محمود، فاروق، فرزانہ
اور انسپکٹر جمشید
سیریز
732

طوفانی خطرہ

اشتیاق احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانہ اور
انسپکٹر جمشید کے کارنامے

طوفانی خطرہ

اشتیاق احمد

Atlantis Publications

تفریح بھی . تربیت بھی

اٹلانٹس پبلیکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول	طوفانی خطرہ
نمبر	732
پبلشر	فاروق احمد
قیمت	29 روپے

ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط و کتابت اور رابطے کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

احادیث شریف

حضرت عمران بن حصینؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا السلام علیکم (آپ پر سلامتی ہو) آپ نے سلام کا جواب دیا۔ وہ شخص بیٹھ گیا تو حضورؐ نے فرمایا:

"اس شخص کیلئے دس نیکیاں لکھی گئیں۔"

پھر ایک اور شخص آیا اور کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ (آپ پر سلامتی اور اللہ کی رحمت نازل ہو)۔ آپؐ نے اس کو بھی سلام کا جواب دیا اور اس کے بیٹھ جانے پر فرمایا

"اس شخص کیلئے بیس نیکیاں لکھی گئیں۔"

پھر ایک اور شخص آیا اور کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (آپ پر سلامتی اور اللہ کی رحمت، برکت ہو)۔ آپ نے اس کے سلام کا بھی جواب دیا۔ وہ شخص بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا

"اس شخص کیلئے تیس نیکیاں لکھی گئیں۔"

(ترمذی، ابوداؤد)

دو باتیں

السلام علیکم!

"دھوکے کا پہاڑ" کے بعد اب پڑھیے "طوفانی خطرہ"۔ اٹلانٹس پبلکیشنز کی طرف سے شائع کیا جانے والا یہ میرا 14واں نیا ناول ہے۔ اس کے علاوہ میرے چند پرانے ناول اور چند ناولٹ یا ناولچے بھی اسی ادارے سے شائع ہوتے رہے ہیں۔ لفظ ناولچے پر آپ ضرور چونکے ہوں گے۔ دراصل یہ چھوٹے ناول یا ناولٹ کیلئے تازہ تازہ ایجاد کردہ نیا نام ہے اور یہ اختراع ہے ہمدرد نونہال کے مدیر جناب مسعود احمد برکاتی کی مجھے یہ اصطلاح پسند آئی اور میں نے لکھ ڈالی۔

اب آئیے ناول کی طرف...... ایک بچے نے خط لکھا کہ یہ "طوفانی خطرہ" کیا ہوتا ہے۔ ایک اور قاری نے انکشاف کیا کہ ہر طوفان اپنے ساتھ خطرہ لے کر آتا ہے اور ہر خطرہ اپنے اندر ایک طوفان لئے ہوتا ہے۔ بے شک...... دونوں ہی باتیں درست ہیں مگر پھر اس کا حل کیا ہے۔ اگر اس ناول کا نام بے طوفانی خطرہ ہوتا تو بھی بہت سے پڑھنے والے ناک بھوں چڑھاتے اور اگر طوفان بے خطرہ رکھا جاتا تب بھی بات بنتی نظر نہ آتی۔ لہٰذا میرا مشورہ ہے کہ ناموں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے۔ اور ناول پڑھنا شروع کر دیجئے اور حیران رہ جائیے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ جب بھی آپ کے محبوب کردار تفریح کے ارادے سے کہیں روانہ ہوتے ہیں تو کوئی نہ کوئی جاسوسی چکر ان کی راہ روک لیتا ہے۔ چلئے ایک ایسا ناول بھی لکھ کر دیکھتے ہیں جس میں ان کرداروں کو کوئی چکر اپنی لپیٹ میں نہیں لے سکے۔ لیکن پھر سوال یہ ہے کہ کیا آپ ایسا ناول پڑھنا پسند بھی کریں گے جس میں محمود، فاروق، فرزانہ وغیرہ صرف سیر سپاٹے کریں اور گھوم پھر کے اور اپنے رشتے داروں سے ملیک سلیک کر کے ٹھنڈے ٹھنڈے اپنے گھر واپس لوٹ جائیں۔ نہیں نا۔ کیونکہ آپ تو ناول پڑھتے ہی سراغرسانی اور سسپنس کے مزے لوٹنے کی نیت سے ہیں۔ ہے نا۔ تو پھر آگے چلئے۔

اشتیاق احمد

طوفانی بارش

بادل کی گرج اور چمک نے انہیں لرزا دیا:

"معلوم ہوتا ہے، آج بارش ہو کر رہے گی۔" انسپکٹر جمشید نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور وہ دیکھئے ابا جان! سڑک کے کنارے ایک شخص کھڑا ہے... اس کے سر پر بڑا سا ہیٹ ہے... اور بدن پر سیاہ رنگ کی برساتی ہے... گویا اسے یقین ہے... بارش ہو کر رہے گی... ساتھ ہی وہ ہاتھ سے روکنے کا اشارہ کر رہا ہے..." محمود جلدی جلدی بولا۔

"اور ہم شام پور سے ابھی پورے ایک سو کلومیٹر دور ہیں۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"اور آگے تمام راستے نشیبی ہیں... اگر بارش شروع ہو گئی تو ہم نہیں جا سکتے ہیں۔" فاروق نے بھی فوراً کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں، دائیں بائیں کسی عمارت میں پناہ لے لیں گے... یا کسی چٹان کے نیچے جا بیٹھیں گے..." خان رحمان مسکرائے۔

"اور کار کا کیا کریں گے۔" پروفیسر داؤد نے منہ بنایا۔

"ہاں! کار... کار کو بھی اسی چٹان کے آس پاس روک لیں گے۔" خان رحمان بولے۔

"لیکن ابھی بارش شروع نہیں ہوئی... اور ہو سکتا ہے، ہم بارش سے پہلے ہی شام پور پہنچ جائیں۔" انسپکٹر جمشید نے خیال ظاہر کیا۔

"اور میں اس شخص کے بارے میں سوچ رہی ہوں جو سڑک کے کنارے کھڑا ہے..." فرزانہ بڑبڑائی۔

"سوچتی رہو... روکا کس نے ہے۔" فاروق نے کندھے اُچکائے۔

"اب ہم اس کے پاس پہنچنے ہی والے ہیں... معلوم ہو جائے گا... وہ ہم سے کیا چاہتا ہے۔" خان رحمان نے کہا۔

"ظاہر ہے... لفٹ لینے کا خواہش مند ہوگا... اسے بھی قصبہ شام پور جانا ہے شاید۔" پروفیسر داؤد نے خیال ظاہر کیا۔

"ایسا ہی لگتا ہے۔"

"اور مجھے تو سیر کا پروگرام کھٹائی میں پڑتا نظر آ رہا ہے... اگر بارش شروع ہو گئی اور ہمیں رکنا پڑ گیا تو ضرور کوئی چکر بھی چلے گا... یہ آدمی بھی پراسرار سا ہے۔"

"اب بس... خاموش! ہم اس کے قریب پہنچنے والے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

اور پھر انہوں نے کار اس آدمی کے پاس روک دی۔ وہ گھر سے شام پور کی سیر کا پروگرام بنا کر نکلے تھے۔ تفریحی مقام ہونے کے لحاظ سے یہ قصبہ بہت مشہور تھا، لیکن انہیں آج سے پہلے اس کو دیکھنے کا موقع نہیں مل سکا تھا... ان دنوں انہیں

قدرے فرصت کیا ملی کہ فاروق کے منہ سے شام پور کی سیر کی بات نکل گئی۔ بس پھر کیا تھا، محمود، فرزانہ، خان رحمان اور پروفیسر داؤد نے شدومد سے اس کی تائید کر ڈالی اور انسپکٹر جمشید کو ان کی بات ماننے ہی بن پڑی...

"فرمائیے! آپ ہمیں رکنے کا اشارہ کیوں دے رہے تھے۔" انسپکٹر جمشید نے کار کا شیشہ گراتے ہوئے کہا۔

"اور میں کر بھی کیا سکتا ہوں۔" اس نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

عین اس وقت بہت موٹی موٹی بوندیں کار کے شیشے پر گریں... اور ادھر اس کے ہیٹ پر ٹپاٹپ ہونے لگی۔

"ارے باپ رے! یہ تو آ گئی۔" ہیٹ والا بوکھلا گیا۔

"بھئی بارش ہی تو ہے... اب اس سے اتنا بھی کیا گھبرانا۔"

"آپ نہیں جانتے۔" اس نے دور خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔

"آپ بتا دیں، ہم کیا نہیں جانتے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"یہ بارش ہو کر رہے گی... اس وادی میں ان دنوں کم از کم تین بار موسلا دھار بارش ضرور ہوتی ہے... اور وہ اس قدر طویل ہوتی ہے کہ رکنے کا نام نہیں لیتی... یہ اس سال کی پہلی بارش ہے... لہٰذا برس کر رہے گی۔"

"اچھا بھائی آپ کی بات مان لیتے ہیں، آپ تو بس یہ بتائیں... آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔"

"میں آپ سے کچھ نہیں چاہتا... البتہ آپ کو مشورہ ضرور دے سکتا ہوں اور وہ یہ کہ یہیں سے واپس لوٹ جائیں... یہاں آس پاس کہیں ٹھہرنے کی کوشش بھی نہ کریں۔"

"لیکن کیوں... اس میں کیا حرج ہے... اگر ہم آس پاس کسی عمارت میں پناہ لے لیتے ہیں تو اس سے ہمیں کیا نقصان پہنچ جائے گا بھلا۔"

"آپ کی جان بھی جا سکتی ہے... مال تو خیر جائے گا ہی۔" اس نے سرد آواز میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"یہاں آپ جہاں پناہ لیں گے... آپ کو لوٹ لیا جائے گا..."

"تب تو ہم یہیں کہیں ٹھہریں گے۔" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"اسے کہتے ہیں آ بیل مجھے مار۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"لیکن مجھے تو یہاں دور دور تک بیل نظر نہیں آ رہا۔" فرزانہ نے چاروں طرف غور سے دیکھا۔

"تم عینک لگوا لو۔" محمود نے فوراً مشورہ دیا۔

پروفیسر داؤد اور خان رحمان ہنسنے لگے... اسی وقت بارش بہت تیز ہو گئی۔

"اب شاید آپ واپس بھی نہ جا سکیں... کیوں کہ سڑک کے پانی کا ریلہ اب اوپر سے نیچے کی طرف آئے گا... آپ کی کار اس ریلے کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔"

"خیر کوئی بات نہیں... پہلے تو آپ اس بات کی وضاحت کر دیں کہ آپ نے ہمیں کس لئے روکا۔" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"آپ کو خطرے سے آگاہ کرنے کے لیے... میں نے بادلوں کے تیور دیکھ لئے تھے... یہاں رہتے برس ہا برس بیت گئے ہیں... جتنا میں یہاں کے موسم سے واقف ہوں، شاید ہی کوئی ہوگا... لہٰذا لوگوں کو خطرے سے خبردار کرنے کے لیے یہاں آ کھڑا ہوتا ہوں..."

"تب تو آپ بہت نیک انسان ہیں۔" خان رحمان بول پڑے۔

"شکریہ... لیجئے... دو کاریں اور آ رہی ہیں... لیکن اب خطرے سے خبردار کرنے کا کوئی فائدہ نہیں... آپ پوری طرح گھر گئے ہیں۔"

"لیکن کیوں... جب آپ اتنے اچھے آدمی ہیں تو اس طوفانی موسم میں گھر جانے والوں کو اپنے گھر میں پناہ کیوں نہیں دے سکتے... کیا آپ کا مکان بہت چھوٹا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرا گھر چھوٹا نہیں... بہت بڑا ہے، اتنا بڑا کہ ایک وقت میں اس میں دو سو آدمی ٹھہر سکتے ہیں، لیکن..."

"لیکن کیا۔" محمود بے تابانہ بولا۔

"لیکن میں کسی کو بھی نہیں ٹھہرا سکتا... نہیں ٹھہراتا۔"

"لیکن کیوں... کیا اخراجات سے ڈر ہے؟"

"اخراجات کی بھی کوئی بات نہیں۔" اس نے منہ بنایا۔

"تب پھر بات کیا ہے... آپ ہیں بھی نیک آدمی... دوسروں کی بھلائی کے کام کرتے رہتے ہیں... آپ کا گھر بھی بہت بڑا ہے... گویا آپ غریب آدمی بھی نہیں ہیں... پھر آخر آپ مصیبت زدہ لوگوں کو اپنے گھر کیوں نہیں ٹھہرا سکتے۔"

"میں جن لوگوں کو ٹھہراتا ہوں، وہ مصیبت میں پھنس جاتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

اسی وقت پیچھے کاروں کے ہارن سنائی دیئے... بارش اب پورے زوروں پر تھی اور سڑک پر پانی لمحہ بہ لمحہ تیز ہو رہا تھا... دوسری طرف شام ہو چلی تھی اور گہرے سیاہ بادلوں کی وجہ سے تاریکی چھاتی چلی جا رہی تھی... ان حالات میں وہ پریشانی تو

پہلے ہی محسوس کر رہے تھے... اس شخص کی باتوں نے انہیں اور پریشان کر دیا۔

"اب پہلے میں انہیں خطرے سے خبردار کر دوں۔"

"اب کیا فائدہ..."

"میں آپ لوگوں کو مشورہ تو اب بھی دے سکتا ہوں۔"

"خیر پہلے آپ انہیں صورت حال سمجھا دیں۔"

وہ ان کی طرف بڑھ گیا:

"کیا خیال ہے جمشید... یہ آدمی کوئی چکر چلانے کے چکر میں تو نہیں ہے۔"

"ہائیں انکل... یہ جملہ آپ بول رہے... گویا آپ میرے کان کاٹنے کی فکر میں ہیں۔"

"کس کے کان... اپنے یا تمہارے۔" خان رحمان بوکھلا اُٹھے۔

پروفیسر داؤد ہنسنے لگے... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے کہا:

"میں نے اگرچہ اس کی طرف خوب غور سے دیکھا ہے، لیکن درست طور پر اندازہ نہیں لگا پایا... خیر کوئی بات نہیں... دیکھنا یہ ہے کہ یہ ہمیں کیا مشورہ دیتا ہے۔"

"اور اس سے یہ بھی تو پوچھنا چاہیے کہ اس کے گھر میں ٹھہرنے کی صورت میں ہم کس مصیبت میں پھنس جائیں گے۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"جان تو نہیں نکلی جا رہی۔" فرزانہ نے اس کی طرف تیز نظروں سے دیکھا۔

"نہیں... جب نکلی جا رہی ہوگی، بتا دوں گا۔" اس نے منہ بنایا۔

"اب پتا نہیں... یہ صاحب انہیں صورت حال بتانے میں کتنی دیر لگائیں گے۔"

"ہمیں بہر حال ان کا انتظار کرنا ہوگا..." خان رحمان نے کندھے اُچکائے۔

آخر وہ آدمی واپس ان کے پاس آ گیا اسکے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے شاید انہیں بھی اس نے خطرے سے خبردار کر دیا تھا۔

"میں آپ کو ایک چٹان کے نیچے پہنچا دیتا ہوں... وہ چٹان سائبان کی طرح جھکی ہوئی ہے... اس کے نیچے بیٹھ کر آپ بارش سے محفوظ ہو جائیں گے۔"

"اور سردی... اس کا کیا ہوگا..." انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"کیوں... کیا آپ کے پاس گرم کپڑے نہیں ہیں۔"

"نہیں... ہم گھر سے قصبہ شام پور کی سیر کے لیے نکلے ہیں... لہٰذا گھر سے چلتے وقت ہم نے گرم کپڑے نہیں لئے تھے۔"

"خیر... کچھ گرم کپڑے میں آپ کو پہنچا دوں گا... آپ لوگ کاروں کو یہیں آپس میں باندھ دیں اور میرے پیچھے آئیں اور اس بات پر یقین کر لیں کہ آپ کو مجھ سے بہتر کوئی مددگار اس موسم میں نہیں ملے گا۔"

"شکریہ جناب! میں اس بات پر اعتبار کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہوں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

اب ان لوگوں نے کاروں کو ایک موٹی رسی سے باندھ دیا اور اس رسی کو اُبھری ہوئی ایک چٹان کے گرد باندھ دیا... پھر وہ اس کے پیچھے چل پڑے یہ سارا علاقہ پہاڑی تھا اور یہاں کے پہاڑ بھی خشک تھے... ان پر سبزہ بہت دور دور تک نظر نہ

آتا تھا...

آخر وہ ایک چٹان کے پاس پہنچ گیا۔ وہ واقعی کسی سائبان کی طرح جھکی ہوئی تھی... اس کے نیچے بیٹھنے کی کافی جگہ تھی... بارش بھی اس کے نیچے نہیں ہو رہی تھی... یہ دیکھ کر انسپکٹر جمشید بول اٹھے:

''اس میں شک نہیں کہ یہ جگہ ان حالات میں بہت اچھی ہے... لیکن ہم یہاں سردی میں کیسے رہیں گے...''

''اس بارے میں میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ جو گرم کپڑے آپ کو پہنچا دیتا ہوں۔''

''آپ بھلا کیوں اتنی زحمت کریں گے، ہم میں سے کوئی ایک یا دو آپ کے ساتھ جا کر کپڑے لے آئیں گے۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''چلیے یونہی سہی۔''

''اس سے پہلے آپ ہمیں یہ ضرور بتا دیں کہ آپ کے گھر میں ہمیں کیا خطرہ لاحق ہے...''

عین اس لمحے بجلی کی خوفناک کڑک نے ان سب کو لرزنے پر مجبور کر دیا... ساتھ ہی انہیں بجلی کی روشنی میں ایک طرف ایک بہت بڑی سی چیز دکھائی دی۔

☆☆☆☆

بُت

''یہ... یہ اس طرف کیا نظر آیا ہمیں۔'' محمود نے کانپ کر کہا۔

''یہ ایک بہت بڑا جن... شاید اس قدر بڑے ڈیل ڈول والا جن ہم نے زندگی میں پہلی بار دیکھا ہے۔'' فاروق بھی ڈرے ڈرے انداز میں بولا۔

''ارے باپ رے... یہ تو ہم واقعی مصیبت میں پھنس گئے۔''

آپ لوگ غلط سمجھے۔'' ہیٹ والا ہنسا۔

''تب پھر آپ ہمیں صحیح سمجھا دیں۔'' فاروق نے جلدی سے کہا۔

''ہاں! ضرور... کیوں نہیں... وہ دراصل میری حویلی ہے...''

''حویلی... آپ کی... اور آپ ہمیں یہاں ٹھہرا رہے ہیں... اس طوفانی بارش میں شدید سردی کے موسم میں... اس بڑی حویلی کے ہوتے ہوئے... آپ کس قدر عجیب آدمی ہیں۔'' خان رحمان نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

''یہ بات نہیں... آپ لوگ بات کو سمجھنے کی کوشش کریں... اس حویلی میں بہت جگہ ہے، میں آپ کو یہ بات بتا چکا ہوں... لیکن حویلی میں آپ کے لیے خطرہ ہی خطرہ ہے...''

"آخر کیسے ... اور ہاں ... ہم نے اب تک اپنے مہربان کا نام نہیں پوچھا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"مجھے خان بارو کہتے ہیں۔"

"چلیے! آپ کا نام تو معلوم ہوا۔" فاروق نے دانت نکالے۔

"اب یہ بتائیں، آپ کی حویلی میں ہمیں کیا خطرہ ہے۔"

"خطرہ دراصل آپ کو نہیں ... مجھے ہے، لیکن چونکہ آپ لوگ بھی حویلی میں ہوں گے، اس لیے آپ بھی خطرے میں گھریں گے ... وہ میرا کوئی نامعلوم دشمن ہے، ہر سال پہلی طوفانی رات میں میری حویلی پر حملہ ضرور ہوتا ہے۔"

"کیا مطلب ... ہر سال ..." انسپکٹر جمشید نے مارے حیرت کے کہا۔

"ہاں! ہر سال ..."

"اور آپ کو کچھ نہیں ہوا، نہ حویلی کا کچھ بگڑا۔"

"میں اور میرے ملازم بزدل نہیں ہیں، مردانہ وار ان کا مقابلہ کرتے ہیں ... جب وہ دیکھتے ہیں کہ ہم مقابلے میں ڈٹ گئے ہیں ... تو پھر فرار ہو جاتے ہیں۔"

"پھر ... پھر آپ کیا کرتے ہیں ... کیا کبھی پولیس کو رپورٹ نہیں کی۔"

"ہر سال کرتا ہوں، لیکن پولیس آج تک حملہ آوروں کا سراغ نہیں لگا سکی۔"

"اور نہ حملہ آوروں نے کبھی یہ بتایا کہ وہ کیوں حملہ کرتے ہیں۔"

"نہیں ... ویسے وہ چھپ کر وار نہیں کرتے ... حویلی کے باہر پہنچ کر للکارتے ہیں، پھر وار کرتے ہیں۔"

"تب پھر پرانی دشمنی کا معاملہ بھی ہو سکتا ہے ... آپ کے والد کی کسی سے دشمنی تو نہیں تھی۔"

"جی ... نہیں میرے والد نے ایسی کوئی بات کبھی نہیں بتائی۔"

"کیا آپ کے والد کے زمانے میں بھی ایسا حملہ ہوتا رہا ہے۔"

"جی نہیں ... ان کی موت کے بعد ہی یہ سلسلہ شروع ہوا تھا۔"

"اور آپ کے والد کن حالات میں فوت ہوئے۔"

"وہ قدرتی موت مرے تھے۔"

"تب وہ دشمن بہت پراسرار ہے ... وہ کچھ بتاتا بھی نہیں ... نہ کوئی مطالبہ کرتا ہے ... بس حملہ کرنے آ جاتا ہے ... کیا اس لڑائی میں دونوں طرف سے کچھ لوگ تو نہیں مارے گئے۔"

"اس کی طرف تو کوئی نہیں مارا گیا ... اس لیے کہ وہ درختوں کی اوٹ میں ہوتے ہیں ... جب کہ ہم لوگ حویلی کی چھت پر مورچے بناتے ہیں، اس لڑائی میں، اب تک میرے تین بھائی مارے جا چکے ہیں۔"

"کیا!!!" وہ چلائے۔

"ہاں! جناب! میں اس دشمنی کی بھینٹ میں اپنے تین سگے بھائی چڑھا چکا ہوں ... اور تین ملازم بھی مارے جا چکے ہیں۔"

"اوہ ... اوہ۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

"ہم اب یہاں نہیں ٹھہریں گے۔" انسپکٹر جمشید کی آواز گونجی۔

"یہاں آپ لوگوں کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے ... وہ جو کوئی بھی ہے ... کسی اور کو کچھ نہیں کہتا ... اسے غرض ہے تو صرف مجھ سے یا پھر میرے گھر کے

افراد سے۔"

"اس کے باوجود ہم یہاں نہیں ٹھہریں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"لیکن کیوں؟"

"کیا آپ دوسروں کی زندگیاں بچانے کی فکر نہیں کرتے، انہیں طوفان سے خبردار نہیں کرتے؟" انہوں نے پوچھا۔

"جی... جی ہاں! وہ تو میں کرتا ہوں۔"

"تب پھر... ہم آپ کی جان بچانے کی کوشش کیوں نہ کریں... ارے ہاں ایک بات تو آپ نے نہیں بتائی۔"

"جی کون سی بات؟" اس نے قدرے حیران ہو کر پوچھا۔

"وہ حملہ آور اپنا کام درمیان میں چھوڑ کر کیوں چلے جاتے ہیں... یعنی ایسا کئی سال سے ہو رہا ہے... اور وہ طاقت ور بھی ہیں... تو باہر ہی سے گولیاں برسا کر کیوں چلے جاتے ہیں... اندر آ کر آپ سب کو ختم کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔"

"ان کی یہ بات آج تک میری سمجھ بھی نہیں آسکی... وہ آتے ہیں... طوفانی انداز میں فائرنگ کرتے ہیں اور ایک دو آدمیوں کے مرتے ہی فرار ہو جاتے ہیں۔"

"اور آپ... آپ ان کا تعاقب نہیں کرتے۔"

"جی نہیں... ایسے میں حویلی سے نکلنا حماقت ہے... ان کی تعداد بہت زیادہ ہے... اگر ہم حویلی سے باہر نکلیں تو ان کے گھیرے میں آسکتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے... اب میری بات سنیں... کم از کم میں اور میرے

ساتھی آپ کے ساتھ حویلی میں جائیں گے... یہ لوگ یہاں چٹان کے پیچھے رات بسر کریں۔" انسپکٹر جمشید نے دوسرے مسافروں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"بھلا ہم کیوں خود کو موت کے منہ میں ڈالیں۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"بالکل ٹھیک ہے... ہم نے آپ سے یہ کہا بھی نہیں... ویسے... ہمارا تو یہ شوق ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"شوق ہے... کیا شوق ہے۔" اسی نے پوچھا۔

"یہی... خود کو خطرے میں ڈالنا... موت سے کھیلنا... اور یہ کہنا... آ بیل مجھے مار۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"معلوم ہوتا ہے، آپ کے یہ ساتھی حویلی میں جاتے ہوئے گھبرا رہے ہیں... اس میں ان کا بھی کیا قصور... موت کے منہ میں جاتے ہوئے تو اچھے اچھے گھبراتے ہیں۔"

"یہ بات نہیں... یہ گھبرا نہیں رہا... خوش ہو رہا ہے... لیکن اس کے خوش ہونے کا طریقہ ذرا مختلف ہے... یہ میرا بیٹا ہے۔"

"اوہ اچھا... میں بہرحال یہی کہوں گا کہ آپ لوگ نہ جائیں... یہ ہماری مشکل ہے... اس سے ہمیں ہی نبٹنے دیں۔" خان بارو بولا۔

"اگر آپ دوسروں کی مدد کے لیے اس طوفان میں گھر سے نکل سکتے ہیں تو ہم آپ کی مدد کیوں نہیں کر سکتے..."

"اس طوفانی موسم میں نکل کر میں اپنی جان کو خطرے میں نہیں ڈالتا... سارا علاقہ میرا دیکھا بھالا ہے... آسانی سے اپنے گھر پہنچ جاتا ہوں۔"

"خیر... میں آپ سے ایک بات اور پوچھنا چاہتا ہوں... یہ کہ آپ کا دشمن طوفانی موسم میں ہی کیوں حملہ کرتا ہے... وہ بھی صرف پہلے طوفان میں۔"

"طوفانی موسم میں حملہ کرنے کی وجہ تو خود مجھے بھی معلوم نہیں، البتہ صرف طوفانی موسم میں حملہ کرنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ پولیس ہماری مدد کو نہیں پہنچ سکتی... طوفان کے دوران پولیس ادھر آ ہی نہیں سکتی..."

"اور آپ کا دشمن... وہ کیسے آ جاتا ہے۔"

"اسے کوئی خفیہ راستہ معلوم ہے... یعنی پانی کے ریلے سے محفوظ کوئی راستہ... وہ راستہ مجھے بھی نہیں معلوم... معلوم تو اس وقت ہو سکتا ہے نا جب ہم اس کا تعاقب کریں۔"

"تب پھر اس کا تعاقب ہم کریں گے۔"

"کیا... کیا کہہ رہے ہیں آپ۔"

"ہم آپ کو اس دشمن سے نجات دلا کر رہیں گے۔"

"آپ... آپ کون ہیں اور آپ یہ بات اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہیں۔"

اس لیے کہ ہم اور بھی کئی باتیں اللہ کی مہربانی سے اتنے ہی یقین سے کہہ سکتے ہیں۔" فاروق بول پڑا اور وہ مسکرانے لگے۔ خان بارو بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکا... پھر انہوں نے باقی لوگوں سے کہا:

"آپ لوگ تو یہاں ٹھہرنا پسند کریں گے... لہذا ہم جا رہے ہیں، رات میں اگر آپ کو کوئی پریشانی محسوس ہو تو ہمیں آواز دے لیجئے گا... انشاء اللہ ہم مدد کو پہنچ جائیں گے۔"

"آخر آپ کس کس کی مدد کریں گے۔" ان میں سے ایک نے جل بھن کر کہا۔

"جس جس کی مدد کرنا ہمارے لیے ممکن ہوا، کریں گے۔"

"اچھی بات ہے... لیکن اتنی دور سے ہم آپ لوگوں کو بھلا کس طرح آواز دیں گے۔" اس نے کہا۔

"آپ کا نام؟" انسپکٹر جمشید نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا... نہ جانے کیوں... انہیں اس کا چہرہ جانا پہچانا سا لگا تھا۔

"میرا نام سردار باقر ہے... کیوں... آپ نے خاص طور پر میرا ہی نام کیوں پوچھا۔"

"مجھے آپ کا چہرہ کچھ جانا پہچانا سا لگا ہے... اور میں یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ آپ کو کہاں دیکھا ہے۔"

"میں نے تو آپ کو کبھی نہیں دیکھا۔"

"میں یاد کر لوں گا انشاء اللہ! پھر آپ کو بتاؤں گا... ویسے آپ رہتے تو دارالحکومت ہی میں ہیں نا۔"

"بالکل۔" اس نے فوراً کہا۔

"اور کرتے کیا ہیں؟"

"تجارت... کھالوں کی۔"

"اور کیا آپ شروع سے تجارت ہی کر رہے ہیں یا پہلے کچھ اور کرتے تھے۔"

"میں کئی کام کرتا رہا ہوں... فرصت کے وقت تفصیل سے سنا دوں

گا..... کل موسم صاف ہوا تو ظاہر ہے، ہمیں یہاں سے روانہ ہونا ہے... ویسے ہم قصبہ شام پور جا رہے تھے۔'' اس نے جلدی جلدی کہا۔

''اور ہم بھی... پھر تو شاید ہماری ملاقات وہیں ہوگی... اس وقت میں ضرور یاد کر لوں گا...''

''اللہ کرے آپ کو یاد آجائے..... کیونکہ اب تو میں بھی الجھن محسوس کرنے لگا ہوں۔''

''اچھی بات ہے... آؤ بھئی چلیں۔''

اور پھر ان کے قدم حویلی کی طرف اُٹھنے لگے... ایسے میں خان بارو نے ایک بار پھر کہا:

''میں ایک بار پھر کہتا ہوں... آپ حویلی میں نہ جائیں، ہماری خاطر اپنی زندگیوں کو خطرے میں نہ ڈالیں۔''

''اور ہم آپ کو ایک بار پھر کہتے ہیں کہ آپ ہمیں سمجھانے کی کوشش نہ کریں، آپ کی یہ کوشش ہر بار بیکار ثابت ہوگی۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''میں بڑوں کا جواب سننا چاہتا تھا۔'' خان بارو برا مان گیا۔

''یہ بات مجھے معلوم نہیں تھی... بڑے ساتھ ہیں... وہ جواب دے سکتے ہیں۔''

''ہمارا جواب وہی ہے جو فاروق نے کہا ہے۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''فاروق! تو ان کا نام فاروق ہے... لیجئے... میں نے اب تک آپ کے نام تو پوچھے ہی نہیں۔''

''کوئی بات نہیں! اب پوچھ لیجئے... ہم ضرور بتائیں گے۔'' فاروق نے

خوش ہو کر کہا۔

خان بارو سوالیہ انداز میں ان کی طرف دیکھنے لگا۔

''آپ نے پوچھے نہیں۔'' فاروق سے رہا نہ گیا۔

''کیا نہیں پوچھے۔'' اس نے بے خیالی کے عالم میں کہا۔

''نام اور کیا... نام پوچھنے ہی کا ذکر ہو رہا تھا نا......''

''آپ لوگ بھی عجیب ہیں... بلکہ بہت عجیب۔''

''شکریہ بلکہ بہت شکریہ۔'' فاروق نے کہا۔

''معلوم ہوتا ہے، آپ کے ساتھیوں میں سے صرف آپ ہی کو بولنے کا شوق ہے۔''

''ایسی کوئی بات نہیں... یہ جب بولیں گے نا... چھپر پھاڑ کر بولیں گے... ویسے آپ کی حویلی میں چھپر تو ہوگا ہی نہیں۔''

''حد ہوگئی... حد ہوگئی۔'' اس نے جھلا کر کہا۔

''اس میں کیا شک ہے۔'' خان رحمان نے دخل دیا۔

''جی... کس میں کیا شک ہے۔''

''حد ہونے میں... وہ بھی دو مرتبہ ہونے میں۔''

''آپ بھی ان صاحب سے کم نہیں لگتے۔''

''میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ جب یہ بولیں گے تو چھپر پھاڑ کر بولیں گے...''

''لیکن بھئی... ہم نے کوئی چھپر وپر نہیں پھاڑا... یہ ہم پر سراسر الزام ہے۔'' محمود نے جلدی سے کہا۔

ایسے میں ایک بار پھر بادل گرجے، بجلی چمکی... بارش اب بھی زور و شور ہو رہی تھی اور وہ پوری طرح شرابور ہو چکے تھے...

"حویلی بدستور اتنی دور نظر آ رہی ہے... جتنی پہلے تھی... کیا اس علاقے میں فاصلہ سمٹتا نہیں۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"حویلی اتنی بھی نزدیک نہیں... اور پھر یہ پہاڑی راستہ ہے... کوئی چیز نظر آئے تو بھی وہ اتنی نزدیک نہیں ہوتی۔"

"اس کا مطلب... ہم آدھ گھنٹے سے پہلے تو کیا پہنچیں گے۔"

"ہاں! اتنا وقت تو ضرور لگے گا..." خان بارو بولا۔

"خان بارو صاحب... آپ کہاں پیدا ہوئے تھے۔" انسپکٹر جمشید نے سرسری انداز میں کہا۔

"جی... کیا مطلب؟" خان بارو بہت زور سے چونکا...

انہیں بہت حیرت ہوئی... کیونکہ یہ کوئی ایسا سوال نہیں تھا جو آدمی کو بوکھلاہٹ میں مبتلا کر دے۔

"خیر تو ہے بارو صاحب... آپ میرا سوال سن کر گھبرا کیوں گئے۔"

"ارے باپ رے... وہ دیکھیے..."

خان بارو نے کانپتی آواز میں کہا... ساتھ ہی اس نے ہاتھ سے اشارہ بھی کیا تھا... انہوں نے اس سمت میں دیکھا... انہیں کچھ فاصلے پر ایک جن سا کھڑا نظر آیا... اس کی لمبائی اور چوڑائی اس قدر تھی کہ کم از کم وہ اسے کوئی انسان تو مان نہیں سکتے تھے... چند سیکنڈ تک وہ ٹکٹکی باندھے اس کی طرف دیکھتے رہے پھر انسپکٹر جمشید نے پرسکون آواز میں کہا:

"بارو صاحب... کیا یہ کوئی بُت ہے۔"

"آپ... آپ نے کیسے جانا۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اس میں میں نے حرکت کے کوئی آثار نہیں دیکھے..."

"آپ کا خیال ٹھیک ہے... یہ ایک بُت ہے۔"

"تب پھر آپ نے ہمیں اس کی طرف کیوں متوجہ کیا... اوہ سمجھا... غالباً آپ میرے سوال کا جواب دینا نہیں چاہتے تھے... اس کا مطلب ہے... آپ بتانا نہیں چاہتے کہ کہاں پیدا ہوئے تھے۔"

"نن... نہیں..." وہ پہلے کی طرح چلایا۔

☆☆☆☆

قبضہ

وہ چلتے چلتے رُک گئے اور اب حیرت زدہ انداز میں خان بارو کی طرف دیکھ رہے تھے......

''حیرت ہے، کمال ہے... آخر اس سوال میں ایسی کیا بات ہے کہ دوسری مرتبہ آپ اسی طرح چونک اُٹھے ہیں۔''

''مم... مہربانی فرما کر یہ سوال نہ پوچھیں۔''

''اچھی بات ہے... نہیں پوچھتے ہم یہ سوال... لیکن آپ نے ہمیں اُلجھن میں ڈال دیا ہے... کیا یہ کسی خزانے کا چکر ہے۔''

''کک... کیا مطلب؟''اس کے لہجے میں زمانے بھر کی حیرت در آئی۔

''میں نے پوچھا ہے... کیا آپ کا اور آپ کے دشمن کا کوئی خزانے کا چکر ہے۔''

''آپ... آخر آپ نے یہ اندازہ کیسے لگالیا... کیا آپ جادوگر ہیں یا آپ غیب کا علم جانتے ہیں۔''

''میں جادوگر نہیں ہوں... نہ غیب کا علم جانتا ہوں... غیب کا علم سوائے

اللہ کے کسی کو نہیں... قرآن نے یہ بات بالکل واضح طور پر لکھی ہے۔''

''تب پھر آپ نے کیسے جان لیا کہ میں غیب کا علم جانتا ہوں۔''

''میں نے اندازہ لگایا ہے۔''

''آپ کے اندازے پر حیرت ہے۔''

''ابھی تو آپ کو نہ جانے ہماری کس کس بات پر حیرت ہوگی۔''

''ارے ہاں! آپ نے اپنے نام نہیں بتائے۔''

''میں عبداللہ جمشید ہوں... یہ میرے دوست ہیں خان صاحب ہیں اور یہ ہیں پروفیسر صاحب... یہ تینوں میرے بچے ہیں۔ ان کے نام احمد فاروق، محمد محمود اور بے بی فرزانہ۔''انہوں نے نام قدرے تبدیل کر کے بتائے۔

''خوشی ہوئی آپ سے مل کر... آپ لوگ عجیب و غریب سے لوگ ہیں۔''اس کے لہجے سے پریشانی ٹپک رہی تھی۔

''اس میں ہمارا تو کوئی قصور نہیں۔''فاروق نے فوراً کہا۔

''لیجیے! ہم آپ کے بُت کے پاس پہنچ گئے۔''ایسے میں انسپکٹر جمشید نے کہا۔

وہ بُری طرح اُچھلا، پھر گھبرا کر بولا:

''نہیں نہیں... یہ میرا بُت نہیں ہے۔''

''میرا مطلب تھا، وہ بُت جس کی طرف آپ نے ابھی کچھ دیر پہلے اشارہ کیا تھا۔''

''اوہ ہاں... یہ بات ٹھیک ہے۔''اس نے سکون کا سانس لیا۔

اب انہوں نے اس بُت کا جائزہ لیا... بارش کے موٹے موٹے قطرے

اس پر گر کر چاروں طرف فوارے کی طرح پھیل رہے تھے۔ وہ سیاہ پتھر سے تراشا ہوا بُت تھا۔ اس کے نقش ونگار مندر کے بُتوں جیسے تھے۔ اس کے گلے میں مالا تھی، وہ بھی پتھر سے تراشی ہوئی تھی... بُت کے ہاتھوں میں ایک بانسری تھی، اس بانسری کو اس نے ہونٹوں سے لگا رکھا تھا، گویا بُت بانسری بجا رہا تھا... ابھی غور سے بُت کو دیکھ رہے تھے کہ خان بارو کی خوف میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

"نن... نہیں... نہیں۔"

وہ اس کی طرف مڑے... انہوں نے دیکھا... مارے خوف کے اس کی آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں۔

"کیا بات ہے... کیا ہوا۔"

"وہ... وہ... میری حویلی۔" اس نے تھرتھر کانپتی آواز میں کہا۔

"وہ... وہ... میری حویلی؟...... کیا ہوا آپ کی حویلی کو۔" انسپکٹر جمشید نے حیرت سے پوچھا۔

"اس کی چھت پر کچھ لوگ نظر آ رہے ہیں... ابھی بجلی چمکی تھی تو میں نے انہیں دیکھا تھا۔"

"تو کیا ہوا... وہ آپ کے آدمی ہوں گے... کیا حویلی میں آپ کے ملازم نہیں ہیں۔"

"ملازم ہیں، لیکن چھت پر اس وقت میرے ملازم نہیں ہیں... آپ جانتے ہیں، اس کا کیا مطلب ہے؟"

"کیا مطلب ہے؟"

"حویلی پر دشمن کا قبضہ ہو چکا ہے۔"

"اوہ... نہیں... اس کا مطلب ہے، اس بار دشمن نے باہر رہ کر حملہ نہیں کیا، بلکہ وہ اندر داخل ہو گیا ہے... اور اس وقت آپ وہاں نہیں تھے... لہٰذا آپ کے ملازموں نے ان کا مقابلہ نہیں کیا۔"

"ایسا ہی لگتا ہے۔" اس نے ڈوبتی آواز میں کہا۔

"حویلی میں آپ کے کتنے ملازم ہیں۔"

"پندرہ ہیں۔"

"اور آپ کے دشمنوں کی تعداد قریب قریب کتنی ہے۔"

"دشمن کی تعداد سو کے قریب ہے۔"

"اوہ۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"حیرت ہے... ان کی تعداد سو کے قریب ہے اور پولیس آج تک ان کے خلاف کچھ نہیں کر سکی۔"

"اس علاقے میں پولیس کی تعداد بہت کم ہے..."

"اس صورت میں ان لوگوں کی گرفتاری کے لیے مزید پولیس بلائی جا سکتی ہے۔"

"یہاں کی پولیس نے ایسی کوشش نہیں کی۔"

"اچھا خیر... آپ فکر نہ کریں... پہلے ہمیں حویلی کے اندر رہ کر دشمن سے لڑنا تھا... اب ہم باہر رہ کر لڑیں گے۔"

"آخر آپ سو دشمنوں کا کیا بگاڑ لیں گے۔"

"ابھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے، اس لیے کہ ہم نے ابھی حویلی کو نہیں دیکھا۔ اس کا قریب سے جائزہ لے کر ہی ہم کچھ کہہ سکیں گے..."

لیکن میں اپنے گھر کے افراد اور ملازمین کے لیے بہت پریشان ہوں۔"

"ہاں! یہ بات تو ہے... لہٰذا ہم اس بُت کو پھر کسی وقت دیکھ لیں گے... فی الحال آپ کی حویلی تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں..."

وہ سب تیز تیز قدم اُٹھانے لگے... تیز ترین بارش ان کا راستہ روک رہی تھی... وہ سردی بھی بہت محسوس کر رہے تھے... ان حالات میں انہیں کسی چھپر کی ضرورت شدت سے محسوس ہو رہی تھی... اور ساتھ میں وہ خشک کپڑے بھی چاہتے تھے... لیکن فی الحال دونوں باتیں ممکن نہیں تھیں... ان سے یہ غلطی ہوئی کہ سامان گاڑی میں ہی بھول آئے تھے... اور اب گاڑی تک جانا آسان کام نہیں تھا... ادھر خان بارو کے بیوی بچوں اور ملازمین کا مسئلہ انہیں پریشان کیے دے رہا تھا... ایسے میں حویلی کی طرف سے ایک تیز آواز سنائی دی... انہیں یوں محسوس ہوا جیسے وہ آواز بارش کو چیر کر ان تک آئی ہو۔ کسی نے کہا تھا:

"خبردار خان بارو... آج تم مکمل طور پر پھنس چکے ہو... لہٰذا ہماری بات مانے بغیر چارہ نہیں... پہلے یہ سن لو، تمہاری بیوی، بچے اور ملازم سب کے سب ہمارے قبضے میں ہیں... ہم چاہیں تو انہیں فوراً موت کے گھاٹ اُتار سکتے ہیں... اگر تم لوگوں نے ہماری طرف فائرنگ کرنے کی کوشش کی تو ہم کریں گے بھی یہی... اب ان کی آزادی تمہاری مرضی پر ہے... بس صرف یہ بتا دو راؤ تنویر بابر کہاں ہے۔"

"میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ جہاں میں نے اُسے چھپایا تھا وہ اسی روز وہاں سے بغیر بتائے نکل گیا تھا۔" خان بارو نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"جانتے ہو... اس کا انجام کیا ہوگا... آج کی تاریخ میں کم از کم تم اپنے بیوی بچوں اور ملازمین سے ہاتھ دھو بیٹھو گے..."

ان الفاظ کے ساتھ ہی ان سب پر بڑی ٹارچوں کی تیز روشنیاں پڑیں۔

"خبردار! تم میں سے کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے، تم سب ہماری زد پر ہو... ٹارچیں روشن کر کے ہم دیکھنا چاہتے ہیں... آج کے دن خان بارو کے چہرے پر بے بسی ہے یا نہیں، بے چارگی ہے یا نہیں... ناکامی ہے یا نہیں... ارے... یہ... یہ اس کے ساتھ کون لوگ ہیں۔" کہنے والا چونک سا گیا۔

"بارش میں پھنسے ہوئے لوگ..." کسی دوسرے نے کہا۔

"ہاں! ہیں تو یہ بارش میں پھنسے ہوئے لوگ ہی... لیکن یہ ہیں کون لوگ... ان کے چہرے جانے پہچانے سے کیوں ہیں۔"

"کک... کیا مطلب؟" خان بارو کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

"جانے پہچانے سے چہرے۔" دوسرا بولا۔

"ہاں! اے تم لوگ اپنے نام بتاؤ۔"

"خان بارو... ہمارے نام آپ انہیں بتا دیں۔" انسپکٹر جمشید دبی آواز میں بولے۔

"اچھی بات ہے۔"

پھر اس نے وہ نام دہرا دیئے... جو انہوں نے سب کے بتائے تھے۔ نام سن کر حویلی کی چھت پر خاموشی چھا گئی... پھر کئی منٹ گزر گئے... آخر انسپکٹر جمشید نے بے چینی محسوس کرتے ہوئے آہستہ آواز میں کہا۔

"خان بارو... ان سے پوچھو... یہ خاموش کیوں ہو گئے۔"

"میرے نامعلوم دشمن... تم خاموش کیوں ہو گئے۔"

اب بھی کوئی جواب نہ ملا... اب تو انہیں بہت حیرت ہوئی۔

"لگتا ہے... آپ کا دشمن بھاگ نکلا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"یہ ہو چکا ہے... آئیں چلیں۔"

"میں کہتا ہوں... ہمیں اس طرح حویلی کی طرف نہیں بڑھنا چاہئے، ادھر سے فائرنگ ہو سکتی ہے..."

"نہیں ہوگی فائرنگ... آیئے جلدی کریں..."

یہ کہتے ہی وہ تیز تیز قدم چلنے لگے... ان کے ساتھیوں نے بھی قدم اٹھانے میں دیر نہ لگائی... البتہ خان بارو کے انداز میں اب بھی ہچکچاہٹ تھی، لیکن پھر اسے بھی قدم اُٹھانا پڑے۔

پندرہ منٹ تک مسلسل چلتے رہنے کے بعد وہ حویلی کے سامنے پہنچ گئے... انہوں نے دیکھا... حویلی کا دروازہ کسی قلعے کے دروازے جیسا تھا اور اس وقت چوپٹ کھلا تھا... یہاں پہنچ کر انسپکٹر جمشید رک گئے اور مڑتے ہوئے بولے:

"خان بارو... اب آپ آگے چلیں... اور فوراً وہاں پہنچنے کی کوشش کریں... جہاں آپ کے بیوی بچے اور ملازم ہو سکتے ہیں۔"

"تت... تو کیا آپ کا خیال ہے... دشمن واقعی جا چکے ہیں۔"

"وہ تو اسی وقت چلے گئے تھے جب انہوں نے ٹارچ کی روشنی ہمارے چہروں پر ڈالی تھی... اگر وہ ایسا نہ کرتے تو شاید نہ جاتے۔"

"کیا مطلب؟" خان بارو نے چونک کر کہا۔

پھر اس کے چہرے پر حیرت ہی حیرت دوڑ گئی۔

☆☆☆

کہانی

"یہ وقت باتوں کا نہیں... باتیں تو ہم بعد میں بھی کر لیں گے... پہلے آپ گھر کے افراد کی خبر لے لیں۔"

"اوہ ہاں! وہ چونکا... پھر اندر کی طرف دوڑ پڑا۔

وہ لوگ بھی اس کے پیچھے دوڑ پڑے... ایک بڑے کمرے میں انہیں پندرہ ملازم، ایک عورت اور تین بچے رسیوں سے بندھے نظر آئے۔ انہوں نے جلدی جلدی ان سب کو کھول ڈالا... وہ سب ہوش میں تھے۔

"اللہ کا شکر ہے... آپ پہنچ گئے۔" عورت بولی۔

"باتیں بعد میں کر لیں گے... پہلے ہم سب کے لیے کپڑوں کا بندوبست کرو... اور تم لوگ جلدی سے آگ جلالو۔"

"جی ہاں... کیوں نہیں۔"

پھر وہ سب بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آگئے۔ جلد ہی وہ کپڑے تبدیل کر چکے تھے اور آتش دان میں آگ خوب روشن ہو چکی تھی... لہٰذا اب وہ بہت سکون محسوس کر رہے تھے، پھر ان کے سامنے چائے رکھ دی گئی... اور وہ چائے سے

لطف اندوز ہوئے... ان حالات میں چائے بھی انہیں خوب مزہ دے رہی تھی... خان بارو بھی ان کے پاس ہی موجود تھا... البتہ ملازم اور بیوی بچے کمرے میں نہیں تھے۔ چائے سے فارغ ہو کر انسپکٹر جمشید بولے:

"ہاں خان بارو صاحب... اب شروع ہو جائیں۔"

"جی... کیا مطلب... شروع ہو جاؤں..."

"ہاں! کیا آپ اپنی کہانی نہیں سنائیں گے... راؤ تنویر بابر کے بارے میں نہیں بتائیں گے... اپنے دشمنوں کے بارے میں نہیں بتائیں گے۔"

"نہیں..." وہ پرسکون انداز میں بولا۔

"کیا کہا... نہیں۔"

"ہاں! میں نے یہی کہا ہے... نہیں۔" اس کے لہجے میں چٹانوں جیسی مضبوطی تھی۔

"یہ کیا بات ہوئی... آخر آپ بتانا کیوں نہیں چاہتے..."

"میں کہانی سنا سکتا ہوں، اس لیے کہ کہانی تو میرے گھر کے بھی لوگوں کو معلوم ہے... میرے دشمنوں کو بھی معلوم ہے... لیکن یہ نہیں بتاؤں گا کہ راؤ تنویر بابر کہاں ہے..."

"چلیے... پہلے کہانی تو سنا دیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"بعد میں بھی نہیں۔" اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"اچھی بات ہے، یونہی سہی۔"

"تو پھر سنیے... یہ آج سے پندرہ سال پہلے کی بات ہے۔ وہ رات بالکل اسی قسم کی طوفانی رات تھی، بارش موسلا دھار ہو رہی تھی... ایسے میں کسی نے میری

حویلی کے دروازے پر زوردار انداز میں دستک دی... طوفان میں اُس آواز کا اندر پہنچنا ممکن نہیں تھا، لیکن دروازے کے پاس نگرانی کرنے والے ملازموں کے لیے ایک کمرہ ہے... اندر آتے وقت آپ بارش کی وجہ سے دھیان نہیں دے سکے ہوں گے... ورنہ آپ بھی اس کو دیکھ سکتے تھے... اس کمرے میں موجود ملازمین نے دستک کی آواز سن لی... انہوں نے دروازے پر آکر بلند آواز میں پوچھا، باہر کون ہے... باہر موجود دشمن نے گھبراہٹ زدہ آواز میں اپنا نام بتایا... اور یہ بھی بتایا کہ اس کے جانی دشمن اس کے تعاقب میں ہیں... اگر آپ نے دروازہ نہ کھولا تو وہ اس تک آ جائیں گے اور اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے، اس لیے کہ وہ تعداد میں بہت ہیں... اور وہ اکیلا ہے... ملازمین اس کی بات سن کر پریشان ہو گئے... ان کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ پہلے مجھ سے اجازت لیتے... چنانچہ انہوں نے دروازہ کھول کر اس دشمن کو اندر کھینچ لیا اور دروازہ بند کر دیا... پھر وہ دوڑے گئے اندر کی طرف اور مجھے یہ بات بتائی... میں نے ملازموں کو دلاسہ دیا اور کہا کہ انہوں نے اچھا کیا ہے... انسانی ہمدردی کے تحت اس شخص کی مدد کرنا ہمارا فرض بنتا ہے... اس طرح راؤ تنویر بابر کو میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھا... وہ شکل صورت سے بہت نیک اور بھلا آدمی دکھائی دیا... میں نے پہلے تو اس کے لیے کپڑے منگوائے... جب اس نے کپڑے تبدیل کر لیے تو اسے آتش دان کے سامنے بٹھایا... جس طرح آپ بیٹھے ہیں... ابھی میں نے اس سے بات بھی شروع نہیں کی تھی کہ دو ملازم دوڑتے ہوئے آئے، انہوں نے بتایا کہ حویلی کے باہر بہت سے لوگ موجود ہیں اور وہ دروازہ کھولنے کے لیے کہہ رہے ہیں... میں نے فوراً راؤ تنویر کو حویلی میں ایک جگہ چھپا دیا، پھر دروازے پر پہنچا دروازہ کھولے بغیر ان سے بات کی، انہوں نے کہا... دروازہ کھول دو، ورنہ ہم اسے

توڑ دیں گے۔ میں نے انہیں بتایا کہ یہ دروازہ کوئی عام دروازہ تو ہے نہیں... حویلی کا دروازہ ہے... جیسے قلعوں کے دروازے ہوتے ہیں نا... ویسا ہے، تم سے نہیں ٹوٹے گا... اور پھر میں اپنے آدمیوں کے ذریعے اوپر سے تم لوگوں پر فائرنگ کرادوں گا، کیونکہ آپ حویلی پر حملہ کرنے کا جرم کرو گے... ہم تم پر فائرنگ کر سکتے ہیں، قانون ہمارا ساتھ دے گا۔ اس پر باہر سے کہا گیا، قانون تو بعد میں آئے گا، ہم پہلے تباہی پھیر دیں گے... اگر تم نے فائرنگ کی تو ہم بھی جوابی کارروائی کریں گے... ہماری تعداد سو کے قریب ہے۔''

''کیا کہا... سو کے قریب... ایک آدمی کو پکڑنے کے لیے اتنے آدمی تعاقب میں ہیں۔'' میں نے حیران ہو کر کہا۔

''ہاں! اتنے آدمی... اور بھی آسکتے ہیں، اس حویلی کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی۔''

''آخر کیوں! میرا قصور کیا ہے۔'' میں نے جل کر کہا۔

''ہمارے دشمن کو پناہ دی ہے تم نے... اگر تم تباہی سے بچنا چاہتے ہو تو پھر اسے ہمارے حوالے کر دو۔''

''میں اسے پناہ دے چکا ہوں... اب جیتے جی تو اسے تم لوگوں کے حوالے کروں گا نہیں۔''

''تم کو معلوم نہیں، اس کا انجام کیا ہوگا... بہت بھیانک ہوگا۔ خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔''

''کوئی پروا نہیں... اگر میں نے اسے پناہ نہ دی ہوتی تو میں حویلی کا دروازہ کھول کر تم لوگوں کو اندر آنے کی دعوت دیتا... اب نہیں۔''

''تب پھر حملے کے لیے تیار ہو جاؤ۔''

''اچھی بات ہے... اگر تم بہادر ہو تو ہمیں تیاری کے لیے وقت دو۔''

لیکن ان لوگوں نے ہمیں تیاری کا وقت نہ دیا، پھر دونوں طرف سے فائرنگ شروع ہوئی۔ حویلی کی دیواریں بہت مضبوط ہیں... گولیاں ان دیواروں کا کچھ نہ بگاڑ سکیں... ہم لوگوں نے بھی چھت سے فائرنگ کی۔ پھر فائرنگ آدھ گھنٹے جاری رہی... پھر باہر خاموشی چھا گئی... ہم نے انہیں کئی بار للکارا، آوازیں دیں، لیکن ادھر سے جواب نہ ملا... اس سے ہم نے اندازہ لگا لیا کہ وہ جا چکے ہیں، لیکن ہم نے باہر نکلنے کی کوشش نہ کی... رات کا باقی حصہ ہم نے جاگ کر گزارا... دن نکلتے ہی ہم لوگ حویلی سے باہر آئے... باہر کسی حملہ آور کا کوئی نشان نہیں تھا... ہم نے خیال کر لیا کہ معاملہ ختم ہو گیا... اس کے بعد میں نے راؤ تنویر کو ایک محفوظ مقام پر پہنچا دیا...''

یہاں تک کہ خان بارو خاموش ہو گیا... وہ سوچ میں ڈوب گئے۔ آخر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''اس کے بعد کیا ہوا۔''

''ایک سال آرام سے گزر گیا... پھر طوفانی رات آئی تو حملہ آور پھر آ گئے... انہوں نے اسی طرح ہمیں للکارا... میں نے ان سے پوچھا بھی کہ بھئی ایک سال بعد پھر کیوں آ گئے۔ کہنے لگے... راؤ تنویر بابر کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ اسے تم نے کسی محفوظ مقام پر پہنچا دیا ہے... بس تم ہمیں اس محفوظ مقام کا پتا بتا دو... میں نے انہیں جواب دیا یہ تو نہیں ہو سکتا... جسے میں نے پناہ دی... اور پھر محفوظ مقام پر پہنچایا، اب اس کے ٹھکانے کے بارے میں بتا دوں... اس پر انہوں نے فائرنگ شروع کر دی... ادھر سے ہم لوگوں نے فائرنگ شروع کر دی... اس مرتبہ کی فائرنگ

سے میرے بھائی اور ایک ملازم جان سے ہاتھ دھو بیٹھے... حملہ آوروں میں سے بھی کچھ زخمی ہوئے... پولیس نے دوسرے دن صبح آکر مقدمہ درج کرلیا تھا۔ لیکن آج تک حملہ آوروں کا سراغ نہیں لگا سکی۔''

''ان کا سراغ لگانا تو کچھ مشکل نہیں تھا۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''کیا مطلب... وہ کیسے؟'' خان بارو نے چونک کر کہا۔

''آپ راؤ تنویر بابر سے رابطہ کرتے... وہ اس دشمنی کا پس منظر بتاتے... اس طرح ان کے دشمنوں تک پہنچا جاسکتا تھا۔''

''آپ ٹھیک کہتے ہیں، لیکن میں ایسا بھی نہ کرسکا۔''

''وہ کیسے؟''

''جس محفوظ مقام پر میں نے اسے پہنچایا تھا... جب میں دوبارہ وہاں گیا تو وہ وہاں نہیں ملا۔''

''اوہ... اوہ... گویا وہ وہاں سے کہیں اور جاچکے تھے۔''

''ہاں! یہی بات ہے۔''

''خوب! تب پھر آپ نے حملہ آوروں کو یہ بات کیوں نہ بتائی۔''

''بتا چکا ہوں... وہ لوگ یقین کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔''

''اوہ اچھا... خیر... ہم ان کا سراغ لگائیں گے... اور آپ کے راؤ تنویر کا بھی پتا چلائیں گے... تاکہ ہر سال کا یہ جھگڑا ختم ہو... لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ صرف سال میں ایک بار، وہ بھی طوفانی رات میں ہی کیوں آتے ہیں۔''

''تاکہ پولیس دخل اندازی نہ کرسکے۔''

''اوہ ہاں! ضرور یہی بات ہے... خیر... اب رات کے وقت تو کچھ نہیں

ہوسکتا... دن کے نکلنے پر ہی ہم کچھ کرسکیں گے... فی الحال ہم اس کمرے کا بغور جائزہ لے لیں... جس میں سب لوگ بندھے پائے گئے ہیں... اور ان سے کچھ سوالات بھی کرنا ہوں گے۔''

''آخر آپ لوگ ہیں کون... پہلے تو یہ بتائیں... آپ کا انداز بالکل پولیس والوں کا ہے...'' خان بارو نے اُلجھن کے عالم میں کہا۔

''بات دراصل یہ ہے کہ ہم دارالحکومت سے آئے ہیں... اور ہمارا تعلق محکمہ سراغرسانی سے ہے۔''

''کیا! اس کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا... پھر اس نے جلدی سے کہا:

''اور آپ نے اپنا نام کیا بتایا تھا۔''

''جی... جمشید احمد...''

''اوہ... اوہ... تب آپ ضرور انسپکٹر جمشید ہیں... ارے ہاں! ان کے نام بھی تو وہی ہیں... محمود، فاروق اور فرزانہ... کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔''

''جی نہیں... آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔''

''اُف مالک... ایک منٹ ٹھہریں...'' یہ کہہ کر خان بارو نے اندر کی طرف دوڑ لگادی... اچانک بہت سے لوگ دوڑتے ہوئے باہر نکلے اور ان کے گرد جمع ہوگئے... وہ آنکھیں پھاڑے ان سب کو باری باری دیکھنے لگے... ان میں عورتیں بھی تھیں... مرد بھی تھے، بچے اور بچیاں بھی تھیں... یہ ضرور خان بارو کے بھائی بہن اور ان کے بیوی بچے تھے... کافی بڑا خاندان تھا...

''آپ لوگ ہمیں اس طرح کب تک دیکھتے رہیں گے... مہربانی فرماکر پہلے یہ بتادیں... کیونکہ ہم کھڑے کھڑے تھک بھی سکتے ہیں۔'' فاروق نے ممسی

صورت بنائی۔

''اوہ... معاف کیجیے گا۔'' ایک خاتون نے کہا۔

''اچھی بات ہے... معاف کر دیتے ہیں۔'' فرزانہ نے فوراً کہا۔

''ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے... آپ سے اس طرح ملاقات ہو جائے گی۔'' ایک لڑکا بولا۔

''تب پھر مہربانی فرما کر اب سوچ لیں۔'' محمود مسکرایا۔

''ہم آپ لوگوں کے کارنامے اخبارات میں اس قدر شوق سے پڑھتے ہیں کہ بتا نہیں سکتے۔''

''اس صورت میں ہمیں کیا خاک پتا چلے گا۔'' فاروق نے تڑ سے کہا۔

''جی... کیا مطلب۔'' ایک لڑکی چونکی۔

''مطلب یہ کہ جب آپ بتا نہیں سکتے تو ہمیں کیا اندازہ ہو سکے گا۔''

''اور مزے کی بات... اتفاق سے گھر میں ایک عدد کیس بھی موجود ہے۔ اب آئے گا مزہ۔'' ایک نوجوان اُچھل کر بولا۔

''اچھی بات ہے... جب وہ آئے تو ہمیں بھی بتا دیجیے گا۔''

''کیا بتا دیجیے گا۔'' ایک لڑکی بولی۔

''حد ہو گئی... بھئی مزے کے بارے میں۔''

''اوہ... اچھا... ہائیں... کیا کہا آپ نے؟''

''پہلے آپ یہ بتائیں... وہ لوگ اندر داخل کیسے ہوئے تھے؟'' انسپکٹر جمشید نے جلدی سے کہا۔

''ہمیں پتا ہی نہیں چل سکا... وہ تو ایک دم ہمارے سروں پر پہنچ گئے

تھے... ان کے ہاتھوں میں کلاشنکوفیں اور پستول تھے... انہوں نے ہم سب کو باندھ دیا اور ایک کمرے میں بند کر دیا... ان حالات میں بھلا ہم ان کے بارے میں کیا بتا سکتے ہیں۔''

''جو میں پوچھوں... وہ ضرور بتا سکتے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''لیکن سب لوگ کھڑے کیوں ہیں... آیئے اندر چل کر بیٹھ جاتے ہیں۔''

وہ ہال میں گئے، یہاں کرسیوں میزوں اور صوفوں کا پہلے ہی بہت خوب صورت انتظام تھا، اس لیے سب آرام اور سکون سے بیٹھ گئے...

''ہاں! اب پوچھیے... آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔''

''سب سے پہلی بات... ان کی تعداد کتنی تھی۔''

''وہ بیس کے قریب ہوں گے...''

''لیکن آپ بھی تو کم نہیں تھے۔'' خان رحمان بولے۔

''ہم نے بتایا نا... وہ اچانک ہمارے سامنے آ گئے تھے...''

''کیوں حویلی کے دروازے اندر سے بند نہیں تھے کیا۔''

''بند تھے... جب خان بھائی گئے تھے تو ہدایت کر گئے تھے کہ تمام دروازے بند کر لیے جائیں... ان حالات میں ہم بھلا کس طرح دروازے کھول سکتے تھے۔''

''پھر وہ کس طرح اندر داخل ہوئے۔'' پروفیسر داؤد نے حیران ہو کر کہا۔

''ہمیں نہیں معلوم۔''

''اوہ... اوہ۔'' انسپکٹر جمشید بری طرح اُچھل پڑے...

ان کی آنکھوں میں حیرت ہی حیرت تھی۔

☆☆☆

پُرانی دشمنی

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے... پھر خان بارو نے کہا:

''آپ کو کس بات پر حیرت ہے۔''

''ویسے تو یہاں سبھی باتوں پر حیرت ہے... لیکن خاص طور پر حیرت اس بات پر ہے کہ جب تمام دروازے بند تھے... تو پھر حملہ آور اندر داخل کیسے ہوئے۔''

''جمشید! مجھے اس سے بھی زیادہ حیرت ایک اور بات پر ہے۔'' خان رحمان بول اٹھے۔

''اور وہ کس پر۔''

''وہ حویلی سے اچانک بھاگ کیوں نکلے... وہ تو حویلی پر قبضہ کر چکے تھے... بہت کچھ کر سکتے تھے... پولیس تو صبح سے پہلے آنے والی تھی نہیں، پھر وہ بھاگ کیوں گئے۔''

''اس بات پر مجھے کوئی حیرت نہیں ہے۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''کیا مطلب؟ کیوں حیرت نہیں ہے۔''

''اس لیے کہ ان لوگوں نے ٹارچوں کی روشنیاں ہم لوگوں پر ڈالی تھیں...

اس کے فوراً بعد وہ ٹارچیں بجھ گئی تھیں اور پھر ان کی آواز تک سنائی نہیں دی... گویا وہ اسی وقت بھاگ لیے تھے... جب کہ ایک منٹ پہلے ان کا کوئی پروگرام نہیں تھا... اس کا ایک ہی مطلب ہے... یہ کہ انہوں نے ہمیں پہچان لیا تھا... گویا وہ ہمیں اچھی طرح جانتے ہیں... بلکہ میں تو ایک اور بات بھی کہہ سکتا ہوں۔'' یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گئے۔

''ایک اور بات کیا؟''

''یہ کہ خان بارو صاحب نے بھی پہلی نظر میں ہمیں پہچان لیا تھا... لیکن یہ بات انہوں نے ظاہر نہیں کی تھی۔''

''ارے باپ رے... آپ نے یہ بات جان لی۔''

''کیا کیا جائے... مجبوری ہے... ہم ایسی باتیں جان ہی لیتے ہیں۔''

''اس میں شک نہیں... میں نے آپ کو پہچان لیا تھا... لیکن انجان بن رہا تھا... پھر جب آپ نے یہ پوچھا تھا... آپ کہاں کے رہنے والے ہیں تو مجھے بہت حیرت ہوئی تھی... حیرت اس بات پر ہوئی کہ آپ نے یہ سوال کیوں پوچھا تھا...''

''اس کی وجہ میں بتا سکتا ہوں... اور میں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں... کیا یہ بات درست نہیں کہ آپ قصبہ نوگام کے رہنے والے ہیں۔''

''اوہ... آپ نے بالکل درست کہا... لیکن آخر آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہے۔''

''آپ کے والد قصبہ نوگام کے بااثر ترین آدمی تھے... یعنی خاندانی قسم کے آدمی تھے... وہ میرے والد کے دوست تھے، میرے والد اکثر قصبہ نوگام جاتے

تھے... کئی بار ان کے ساتھ مجھے بھی جانے کا موقع ملا... آپ کی شکل صورت اپنے
والد سے بہت زیادہ ملتی جلتی ہے... یہی وجہ ہے کہ میں نے ایک نظر دیکھتے ہی جان لیا
تھا... آپ کون ہیں... کہاں کے رہنے والے ہیں۔''

''اب ساری بات صاف ہوگئی... لیکن... حملہ آور کا معاملہ صاف نہیں
ہو سکا۔''

''یہ بات تو میں اسی وقت بتا سکتا ہوں کہ وہ اندر کیسے داخل ہوئے تھے...
ویسے کیا طوفان کے آثار یہاں چند دن پہلے ہی محسوس ہونے لگتے ہیں؟''

''ہاں یہی بات ہے... لیکن آپ یہ بات کیسے بتا سکتے ہیں کہ حملہ آور اندر
کس طرح داخل ہوئے تھے۔''

''بس... یہ ہمارا کام ہے... آپ ذرا اپنے تمام ملازمین کو بلالیں۔''

''اچھی بات ہے...''

خان بارو نے کہا... اور باہر نکل گیا... جلد ہی اس کی واپسی ہوئی... ان
کے چہرے سے پریشانی صاف جھانک رہی تھی...

''کیا بات ہے... خیر تو ہے۔''

''پندرہ ملازمین میں سے چودہ دروازے پر موجود ہیں... ان میں سے
ایک غائب ہے... اس کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ کہاں چلا گیا ہے۔''

''اوہ اچھا... خیر کوئی بات نہیں... آپ ان چودہ کو اندر بلالیں۔''

چودہ آدمی اندر آگئے... ان کے چہروں پر حیرت تھی...

''پندرہویں کا نام کیا ہے بھلا۔''

''جی صابر۔'' ایک دو کی آوازیں اُبھریں۔

''وہ کب سے غائب ہے۔''

''ہمیں تو ابھی پتا چلا ہے... جب خان صاحب نے سب کو یہاں آنے کا
حکم دیا... ہم سب ایک کمرے ہی میں بیٹھے تھے... اُٹھ کر اِدھر آنے لگے تو صاحب
نے اچانک یہ بات بتائی... بھئی تم لوگوں کی تعداد تو چودہ ہے۔''

''اچھی بات ہے... گویا تمہیں معلوم نہیں کہ وہ کس وقت سے غیر حاضر
ہے۔''

''جی نہیں... ہمیں کچھ معلوم نہیں... دراصل ہمیں یہ احساس ہی نہیں
ہو سکا کہ ہم میں سے ایک کم ہے۔''

''کچھ تو یاد کرو بھئی... جب حملہ آور اندر آئے... اس وقت وہ تم لوگوں
کے ساتھ تھا؟''

''جی نہیں... اندازہ یہی ہے کہ ساتھ نہیں تھا...'' ایک نے کہا۔

''آپ نے سن لیا اور اندازہ لگا لیا کہ اس نے ان حملہ آوروں کے لیے
دروازہ کھولا تھا... اس کام کے لیے اس نے ضرور کوئی بڑی رقم وصول کی ہوگی۔''

''غدار۔'' خان بارو نے نفرت زدہ انداز میں کہا۔

''ہاں اس میں شک نہیں کہ اس نے غداری کی ہے... اچھا خیر... اب
ذرا بات ہو جائے... راؤ تنویر بابر کی... مہربانی فرما کر آپ کم از کم ہمیں ان کے
بارے میں بتادیں... اس طرح ہم زیادہ آسانی سے اس کیس کو حل کر سکیں گے۔''

''افسوس! مجھے نہیں معلوم۔''

''اچھا... یہ تو آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ حملہ آوروں کو راؤ تنویر کی
تلاش کیوں ہے۔''

"کوئی بہت پرانی دشمنی چلی آ رہی ہے... راؤ تنویر کے والد یا دادا کے زمانے کی... مطلب یہ کہ راؤ تنویر کے والد یا دادا نے ان حملہ آوروں کے بڑوں میں سے کسی کو ہلاک کر دیا تھا... بس یہ اب تک اس انتقام کے چکر میں ہیں... یعنی وہ بڑے تو کب کے فوت ہو چکے ہیں، لیکن انتقام باقی ہے..."

"افسوس! یہ تو جہالت ہے... نہ جانے یہ قبائلی اور جاگیرداری ذہنیت سے کب ہماری جان چھوٹے گی۔" پروفیسر داؤد نے سرد آہ بھری۔

"جب تک جاگیرداری سسٹم کو حکومت ختم نہیں کرے گی۔" خان بارو نے فوراً کہا۔

"کیا آپ کو اندازہ ہے کہ... کہ حملہ آور کون لوگ ہیں۔"

"جی نہیں۔"

"لیکن میں اندازہ لگا سکتا ہوں۔" یہ کہتے ہوئے انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

عین اسی لمحے دوڑتے قدموں کی آواز گونج اٹھی... آواز لمحہ بہ لمحہ ہال کی طرف آ رہی تھی... وہ گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے پھر زوردار آواز میں دروازہ کھلا۔

وہ بری طرح اچھلے۔

☆☆☆

حملہ آور

انہوں نے دیکھا، یہ وہ لوگ تھے جو رات چٹان کی اوٹ میں ٹھہر گئے تھے، یعنی طوفان میں پھنسے ہوئے لوگ... انہوں نے حویلی میں آنا پسند نہیں کیا تھا... ان سب کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں... ان میں سب سے آگے سردار باقر تھا۔

"آپ لوگ... آپ لوگ اس طرح اندر کیوں آ گئے... آپ کو اندر آنے سے پہلے اجازت لینی چاہیے تھی۔" خان بارو نے جھلا کر کہا۔

"معاف کیجئے گا... لیکن پہلے آپ ہمیں بچانے کی کوشش کریں... ہمارے پیچھے کچھ نامعلوم لوگ لگے ہوئے ہیں۔"

"کیا مطلب..."

"ہم نے اسی چٹان کے پیچھے ناشتے کی تیاری شروع کر رکھی تھی... ارادہ تھا کہ ناشتے سے فارغ ہو کر اپنی کاروں کی طرف جائیں گے اور قصبہ شام پور کا رخ کریں گے... ابھی ہم نے پوری طرح ناشتا کیا بھی نہیں تھا کہ اچانک بہت سے لوگ گھوڑوں پر سوار آتے نظر آئے... ان کے رخ ہماری طرف تھے... ہم نے گمان کیا، وہ ڈاکو ہیں، لہٰذا دوڑ لگا دی اور یہاں آنے میں کامیاب ہو گئے۔" ان میں سے

ایک نے کہا۔

"بالکل غلط۔" خان بارو بول اٹھا۔

"جی کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"مطلب یہ کہ اس علاقے میں گھوڑوں پر سفر ہو ہی نہیں سکتا... صرف پیدل آسکتے ہیں... یا جاسکتے ہیں۔"

"خیر... ہماری بات پھر بھی غلط نہیں ہے۔" سردار باقر نے برا سا منہ بنایا۔

"وہ کیسے؟"

"وہ ایسے کہ سڑک تک گھوڑوں پر سوار آئے تھے... گھوڑے انہوں نے سڑک کے پاس درختوں سے باندھ دیئے تھے اور پھر ہماری طرف دوڑ پڑے، ان حالات میں ہم کیا کرتے۔ بس حویلی کی طرف دوڑ پڑے۔"

"یہ بات مانی جاسکتی ہے... لیکن ان لوگوں نے آج تک تو ایسا کیا نہیں۔" خان بارو نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" سردار باقر چونک کر بولا۔

"مطلب یہ کہ جب بھی انہوں نے حملہ کیا... صرف طوفانی رات میں کیا، دن میں کبھی حملہ آور نہیں ہوئے... اور گھوڑوں کا ذکر بھی پہلی بار سننے میں آیا ہے۔"

"بھلا اس بارے میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔" سردار باقر کے ساتھ کھڑا شخص بولا۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں... خیر آپ تشریف رکھیں... ابھی دیکھ لیتے ہیں۔" خان بارو نے کہا۔

"کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ آپ حویلی کا دروازہ اندر سے بند کرلیں۔"

"ملازم یہ کام کر چکے ہوں گے... آپ فکر نہ کریں۔"

"اوہ اچھا... تب تو ٹھیک ہے۔"

پھر انہیں بٹھایا گیا... وہ تعداد میں دس تھے... خان بارو نے ان کے لیے ناشتا تیار کرنے کی ہدایات دیں۔

"کیا ہم باہر نکل کر ان حملہ آوروں کا جائزہ نہ لے لیں۔" محمود نے قدرے بے چینی کے عالم میں کہا۔

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔" خان رحمان نے جلدی سے کہا۔

"او کے... خان بارو! ہم ذرا باہر جائیں گے۔"

"ان حالات میں آپ کا باہر جانا خطرے سے خالی نہیں ہوگا۔"

"کوئی بات نہیں خطرات سے کھیلنا ہماری عادت ہے۔"

"یہ... یہ کون لوگ ہیں۔" سردار باقر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی... یہ انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی ہیں۔"

"کیا!!! ان میں سے کئی بول اٹھے۔

"اچھا خان صاحب... ہم باہر کا جائزہ لے کر ابھی لوٹ آئیں گے، آپ ان مہمانوں کو ناشتا کرائیں... بے چارے اپنا ناشتا چھوڑ کر بھاگ آئے ہیں۔" انہوں نے کہا اور باہر کا رخ کیا۔

حویلی کا دروازہ اندر سے واقعی بند تھا اور وہاں ملازم موجود تھے۔

"ہم باہر جانا چاہتے ہیں۔"

"کیا مطلب... کیا باہر خطرہ نہیں ہے۔"

"نئے آنے والے حضرات نے یہ بات بتائی تو ہے، لیکن ہم ذرا خطرے سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

"جی کیا کہا... خطرے سے ملاقات؟" ان میں سے کئی حیرت زدہ انداز میں بول اٹھے۔

"ہاں جناب... خطرے سے ملاقات... غالباً آپ نے زندگی میں کبھی خطرے سے ملاقات نہیں کی۔" فاروق مسکرایا۔

"جائیے جناب..."

ان کے لیے دروازہ کھول دیا گیا... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے ان سے کہا:

"ایک بات کا خیال رہے... اور وہ یہ کہ جونہی آپ لوگ ہماری آواز سنیں، دروازہ کھول دیں... فوری طور پر دروازہ نہ کھولنے کی صورت میں ضرور خطرے سے ملاقات ہو سکتی ہے۔"

"جی... جی اچھا۔"

اور پھر وہ حویلی سے نکل آئے... ان کا رُخ اسی چٹان کی طرف تھا... لیکن راستے میں وہ بُت بھی تھا۔

"کیا خیال ہے... اس بُت سے بھی ملاقات کر لی جائے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"حد ہو گئی... آپ پر کہیں ملاقات کا بھوت تو سوار نہیں ہو گیا۔" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"پپ پتا نہیں... میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔" انہوں نے کندھے اُچکائے۔

بُت کے بالکل نزدیک پہنچ کر وہ رک گئے اور بغور اس کا جائزہ لینے

لگے... وہ مکمل طور پر پتھر کا تھا اور اس میں کوئی اور خاص بات نظر نہیں آ رہی تھی... لیکن بہت زیادہ غور سے دیکھنے پر آخر فرزانہ نے ایک بات محسوس کر ہی لی... وہ بے تابانہ انداز میں بولی۔

"حیرت ہے... کمال ہے۔"

"اور یہ دونوں کہاں ہیں۔" فاروق نے جلدی سے کہا۔

"کون دونوں؟" پروفیسر داؤد نے بے خیالی کے انداز میں کہا۔

"یہی... حیرت اور کمال۔"

"پتا نہیں... کم از کم میں نے تو دیکھے نہیں۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"حد ہو گئی... اب کیا آپ بھی کان کاٹیں گے۔" محمود نے جلدی سے کہا۔

"مجھے ایسا کوئی شوق نہیں۔"

"چلو فرزانہ بتاؤ... تمہیں کس بات پر حیرت ہوئی اور کمال محسوس ہوا... اور یہ دونوں ہم نے کیوں محسوس نہیں کیے۔"

"تمہاری محسوس کرنے کی حس فضول ہے۔" فرزانہ بول اٹھی۔

"خیر... پہلے بُت کی بات ہو جائے۔"

"اس کا ایک پیر پتھر کا نہیں ہے... اگرچہ بظاہر پتھر ہی کا نظر آتا ہے... یہ دیکھیں... دونوں پیروں میں معمولی سا فرق نظر آ رہا ہے... گویا جو پیر پتھر کا نہیں ہے... اس کو پینٹ کے ذریعے پتھر کا ظاہر کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔"

"بہت خوب فرزانہ۔" انسپکٹر جمشید نے اس کی تعریف کی۔

"میں بھی یہی کہنے والا تھا۔" خان رحمان بولے۔

"اور میں بھی۔" پروفیسر بولے۔

"اب اتنی بھی تعریف نہ کریں، پھول کر کپا ہو جائے گی۔" محمود نے منہ بنایا۔

"جل گئے بے چارے۔"

"جلتا ہے میرا جوتا۔" محمود نے فوراً کہا۔

"نہیں محمود۔" فاروق نے بھی جلدی سے کہا۔

"کیا نہیں فاروق۔"

"جلنے کا کام فرزانہ کی جوتی کے لیے چھوڑ دو۔"

"دھت تیرے کی۔" محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا..."

"اچھا تو پھر میں اس پیر کا جائزہ لینے لگا ہوں... ہوشیار رہنا۔"

انسپکٹر جمشید اس پیر پر جھکے ہی تھے کہ ایک سنسناہٹ سی سنائی دی... وہ فوراً زمین پر گر گئے... اور یہی چیز انہیں بچا گئی۔ اگر وہ گر نہ گئے ہوتے... تو خنجر ان کے جسم میں دھنس چکا ہوتا... خنجر ٹھک کر کے بُت کو لگا اور نیچے گر پڑا... بُت پر بھی خنجر لگنے کا ہلکا سا نشان پڑ گیا۔

انسپکٹر جمشید تیزی سے اس سمت میں گھومے... انہوں نے حملہ آور کو بلا کی رفتار سے پہاڑیوں کا رخ کرتے دیکھا... اب بھلا وہ کیسے رک سکتے تھے... انہوں نے بھی اس کے پیچھے دوڑ لگا دی... اسی وقت حملہ آور ایک موڑ مڑ گیا... اس طرح وہ ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا، ساتھ ہی انسپکٹر جمشید نے اپنی رفتار میں بے تحاشہ اضافہ کر دیا... بارش کی وجہ سے پھسلن بھی تھی اور اس قدر تیز دوڑنا، وہ بھی پہاڑی علاقے میں حد درجے خطرناک تھا، لیکن ان پر حملہ آور کو پکڑنے کا جنون سوار ہو

چکا تھا... اگر وہ پکڑا جاتا تو اس کیس کی گتھیاں سلجھ سکتی تھی...

وہ چھلانگیں لگاتے اس موڑ تک پہنچے تو حملہ آور کافی فاصلے پر نظر آیا... اس کا مطلب تھا، درمیانی فاصلہ بڑھ گیا تھا... گویا اس کی رفتار بہت تیز تھی اور انسپکٹر جمشید کی تیزی ان کے کام نہیں آسکتی تھی... اس پر انہیں بہت حیرت ہوئی... انہوں نے اپنی رفتار اور بڑھا دی... اس طرح وہ اپنے ساتھیوں سے بہت آگے نکل گئے... لیکن حملہ آور کے نزدیک پھر بھی نہ ہو سکے... پوری رفتار پر دوڑنے کا ایک نتیجہ ضرور نکلا تھا اور وہ یہ کہ درمیانی فاصلے میں اضافہ نہیں ہوا تھا... جلد ہی انہوں نے محسوس کر لیا کہ دراصل وہ ان راستوں سے بخوبی واقف ہے، اس لیے ان کے مقابلے میں زیادہ تیزی سے دوڑ رہا ہے...

اسی وقت وہ پھر نظروں سے اوجھل ہو گیا... جب وہ اس موڑ پر پہنچے تو وہ انہیں دور دور تک نظر نہ آیا... وہ سر پر ہاتھ مار کر رہ گئے اور وہیں ساکت کھڑے ہو گئے... یہاں تک کہ ان کے ساتھی ان تک پہنچ گئے۔

"کیا ہوا جمشید۔" خان رحمان بے تابانہ بولے۔

"ہونا کیا تھا... نکل گیا وہ۔"

"کمال ہے جمشید... کیا وہ تم سے تیز دوڑ رہا تھا۔" پروفیسر داؤد کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں پروفیسر صاحب... وہ مجھ سے کم تیز رفتار نہیں تھا، پھر اس علاقے سے پوری طرح واقف تھا... بس نکل گیا..."

"افسوس! مزہ نہیں آیا۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"آجائے گا... مزے کا کیا ہے... وہ تو آتا ہی رہتا ہے۔" محمود نے منہ بنایا۔

"آ گیا... آ گیا۔" فرزانہ چلا اٹھی۔

"کون آ گیا۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"مزہ... اور کون... وہ دیکھو... ایک عدد بٹن... یہ ضرور اس شخص کے کوٹ کا بٹن ہے... کیونکہ ہم نے اس کے جسم پر نیلا کوٹ دیکھا ہے اور یہ بٹن بھی نیلے رنگ کا ہے... گویا... اسی کے کوٹ کا ہے۔"

"تب تو وہ مارا۔" انسپکٹر جمشید خوش ہو کر بولے۔

"ایک بٹن ملنے پر آپ کہہ رہے ہیں، وہ مارا۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"تب پھر مجھے کیا کہنا چاہیے۔" وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرائے۔

"یہ کہ... شاید یہ بٹن ہمارے کام آئے۔"

"شاید نہیں... یقیناً... ذرا غور کرو، اس نے مجھ پر خنجر سے اس وقت وار کیا تھا جب میں بت کے نقلی پیر پر جھک گیا تھا... گویا وہ نہیں چاہتا تھا... کہ ہم اس پیر کو چیک کریں۔"

"لیکن ابا جان! وہ تو ہم اب بھی کریں گے۔"

"ضرور کریں گے، لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اب اس کو چیک کرنے کا کوئی فائدہ ہوگا یا نہیں..."

"خیر... دیکھا جائے گا... ویسے یہ معاملہ اب کچھ زیادہ ہی پراسرار نہیں ہو چلا۔" محمود نے جلدی سے کہا۔

"ہاں! ہو تو گیا ہے..."

اب انہوں نے بٹن والے کی تلاش شروع کی... پہلے تو اس سمت میں کافی دور تک آگے گئے... جس طرف وہ گیا تھا... پھر ادھر اُدھر بھی تلاش کیا، لیکن اس کا

کہیں سراغ نہ ملا...

"چلو پھر... اسے بھول کر ہم بت کی طرف چلیں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

سب نے سر ہلا دیے... اور واپس مڑے... ایسے میں پروفیسر داؤد کی پیشانی پر بل پڑ گئے... انہوں نے دبی آواز میں کہا:

"ہوشیار! مجھے خطرے کی بو آ رہی ہے۔"

وہ چوکنے ہو گئے... چاروں طرف نظریں گھمائیں... لیکن کسی خطرے کے آثار نظر نہ آئے۔

"پروفیسر وہم... آپ کو انکل تو نہیں ہو گیا۔" فاروق نے جلدی نے بوکھلا کر کہا۔

"بالکل نہیں... ہائیں تم نے کیا کہا... پروفیسر وہم۔"

"م... معافی چاہتا ہوں... پروفیسر انکل کہنا چاہتا تھا... بس پھسل گئی زبان۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"تمہاری زبان کا بھی علاج کرنا ہی پڑے گا... موقع بے موقع پھسلتی رہتی ہے۔"

"اپنے دائیں ہاتھ کی خبر لو... ران پر لگنے کی بجائے ادھر ادھر جا لگتا ہے۔" فاروق جھلا اٹھا۔

"بالکل ٹھیک کہا فاروق۔" فرزانہ مسکرائی... کیونکہ محمود کا ہاتھ عام طور پر اسے جا لگتا تھا۔

"اور تم اپنی جوتی کو سنبھال کر رکھو... ہر وقت جلتی رہتی ہے۔"

"یہ لڑنے کا کیا انداز ہے۔" خان رحمان ہنسے۔

"آپ کو پسند آیا ہے انکل تو آپ بھی اس طرح لڑیں ... مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" فاروق کی شوخ آواز ابھری۔

"حد ہوگئی... حد ہوگئی۔" انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"ضرور ہوگئی ہوگی ابا جان... حد کا کیا ہے، وہ تو ہوتی ہی رہتی ہے..."

"جمشید... خبردار... سب لوگ خود کو نیچے گرا دیں۔"

پروفیسر داؤد کی خوف میں ڈوبی آواز اُبھری... انہوں نے فوراً عمل کیا اور گر کر لڑھکتے چلے گئے...

ایک منٹ گزر گیا... لیکن کچھ نہ ہوا...

"آپ کو وہم تو نہیں ہوگیا انکل۔" فاروق بولا۔

"چلو وہم ہی سہی... لیکن اُٹھنا مت۔"

"جی اچھا... لیکن کب تک... موسم سردی کا ہے اور سارا علاقہ گیلا ہے۔ پتھروں کی ٹھنڈک ہڈیوں میں گھستی محسوس ہو رہی ہے۔" محمود نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"لیکن... یہ ٹھنڈک موت سے بہتر ہے۔" وہ بولے۔

"چپ... بولو نہیں اور لیٹے ہی لیٹے جگہ تبدیل کرتے رہو۔" انہوں نے سرد آواز میں کہا۔

اب تو وہ بھی سنجیدہ ہوگئے... ادھر ادھر ہونے لگے... اچانک ایک خوفناک آواز سنائی دی۔

☆☆☆

دھماکہ

آواز کے ساتھ ہی ان پر گویا آگ کی بارش شروع ہوگئی... اگر وہ پہلے سے زمین پر گر کر لڑھک نہ رہے ہوتے تو اس آگ کا ضرور شکار ہو جاتے۔ پھر بھی آگ کی چنگاریاں ان کے جسموں کے مختلف حصوں پر ضرور گریں... ساتھ ہی وہ لوٹ لگاتے چلے گئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کپڑے زیادہ نہ جھلس سکے اور پھر وہ ایک چٹان کی اوٹ میں پہنچ گئے...

اس وقت تک آگ گرنے کا سلسلہ رک چکا تھا...

"یہ... یہ تو میزائل کی قسم کی کوئی چیز تھی۔" خان رحمان بڑبڑائے۔

"ہاں بالکل!" پروفیسر داؤد نے زوردار انداز میں کہا۔

"لیکن آپ کو وقت سے پہلے کیسے پتا چل گیا تھا۔"

"میرے پاس چند آلات ہر وقت ہوتے ہیں... ان میں سے ایک پر کچھ دیر سے الرٹ سگنل موصول ہو رہے تھے۔"

"تب تو وہ آلہ بہت کام کا ہے... ایسا ایک آلہ ہمیں بھی دے دیں۔" فاروق بولا۔

اور وہ مسکرا دیے۔ چٹان کے نیچے آتے ہی انہوں نے جلدی جلدی اپنے کپڑوں کو لگی آگ بجھادی تھی... تاہم انہیں کہیں کہیں جلد پر جلن محسوس ہو رہی تھی۔

"اب کیا کرنا ہے۔"

"دوسرے میزائل کا انتظار۔" پروفیسر بولے۔

"کیا مطلب... کیا ابھی کوئی اور میزائل بھی چلایا جائے گا..."

"اُمید یہی ہے... وہ کم از کم ایک میزائل اور چلائیں گے... دراصل وہ ہماری موت کا یقین کرنا چاہتے ہیں۔"

"آخر انہیں ہماری موت سے اس قدر دلچسپی کیوں ہے۔" فرزانہ اُلجھن کے عالم میں بولی۔

"یہی تو دیکھنا ہے... چکر لمحہ بہ لمحہ گہرا ہوتا جا رہا ہے۔" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔"

پھر کافی دیر گزر گئی... لیکن میزائل نہ چلا۔

"میرا خیال ہے انکل، اب میزائل نہیں چلے گا۔"

"ہو سکتا ہے، چٹان کے نیچے آجانے کی وجہ سے ہم ان کی زد پر نہ ہوں۔"

"خیر... یہ کوشش بھی کر دیکھتے ہیں۔"

"کیا مطلب..."

"میں اور خان رحمان یہاں سے نکل کر کچھ آگے جاتے ہیں، یعنی ان کی زد پر آنے کی کوشش کرتے ہیں... اس طرح وہ دوسرا میزائل چلائیں گے، لیکن ہم پہلے سے ہوشیار ہوں گے... فوراً ہی اس طرف لڑھک آئیں گے۔"

"اچھی ترکیب ہے... اس طرح ہم ان کی طرف سے جلدی فارغ ہو سکتے ہیں۔" پروفیسر داؤد نے تائید کی۔

"لیکن! ہمیں کیا معلوم... ان کے پاس دو سے زیادہ میزائل نہیں ہیں۔"

"کچھ دیر بعد ایسی ایک کوشش اور کر کے دیکھ لیں گے۔"

سب نے اس بات سے اتفاق کیا۔ پھر وہ دونوں اوٹ سے باہر نکل کر آئے... ایسے میں پروفیسر داؤد بولے:

"جمشید... میں اشارہ دوں گا... بس اسی وقت گر کر ادھر لڑھک آنا۔"

"جی اچھا۔" دونوں بولے... ساتھ ہی پروفیسر داؤد نے اشارہ دیا۔

اچانک پھر ویسی ہی خوفناک آواز گونجی... پھر آگ کی بارش ہوئی... اس بار انسپکٹر جمشید اور خان رحمان محفوظ رہے... وہ وقت سے پہلے ہی لڑھک گئے تھے... ایک بار پھر انہوں نے کچھ دیر تک انتظار کیا... آخر دونوں باہر نکل آئے... جب پانچ منٹ تک کچھ نہ ہوا تو باقی ساتھی بھی باہر آگئے... کچھ دیر تک وہ چٹان کے نزدیک ہی ادھر اُدھر گھومتے رہے... تاکہ تیسرا میزائل داغا جائے تو خود کو اس سے بچانے کے لیے چٹان کے نیچے آجائیں۔

تیسرا میزائل فائر نہ ہوا، آخر وہ بُت کی طرف چل پڑے... مارے سسپنس کے ان کا برا حال تھا... وہ جلد از جلد اس مقام تک پہنچ جانا چاہتے تھے، آخر انہیں بُت نظر آنے لگا... وہ اور تیز تیز چلنے لگے...

"کیا اس کیس کا کوئی سر پیر ہے ابا جان۔"

"ہاں بالکل! وہ بولے۔

"ذرا ہمیں بھی بتا دیں... کہاں ہے سر پیر؟"

"نظر تو مجھے بھی نہیں آئے ابھی۔" وہ مسکرائے۔

"تب پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ سر پیر ہیں؟" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"بھئی جب تک کسی چیز کا سر پیر نہ ہو، وہ آگے کیسے بڑھ سکتی ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں... یہ معاملہ مسلسل آگے بڑھ رہا ہے۔" ان کا لہجہ خوش گوار تھا۔

"یہ کہانی... دیکھا جائے تو صرف خان بارو، راؤ تنویر بابر اور اس کے دشمنوں کے گرد گھوم رہی ہے... خان بارو نے راؤ تنویر کو پناہ دی تھی... راؤ تنویر کے دشمن خان بارو سے اس کا موجودہ ٹھکانا معلوم کرنا چاہتے ہیں تاکہ راؤ تنویر کو ٹھکانے لگا سکیں... اس سلسلے میں آخر یہ بُت کہاں سے ٹپک پڑا... مجھ پر خنجر سے حملہ عین اس وقت کیوں کیا گیا... جب کہ میں اس کے پیر پر جھک چکا تھا... اس پیر پر جو فرزانہ کے خیال میں اصلی نہیں ہے... لہٰذا ثابت ہوا، اس کیس کا سر بھی ہے اور پیر بھی... چاہے، ہمیں نظر آئے نہ آئے۔"

"ہوں! تمہارا خیال ٹھیک ہے جمشید۔" خان رحمان نے زوردار انداز میں سر ہلایا۔

آخر وہ بُت کے سامنے پہنچ گئے... اس کے عین نزدیک جانے سے پہلے انہوں نے چاروں طرف کا جائزہ لیا... فرزانہ کو ایک سمت کسی کی موجودگی کا احساس ہوا... اسے اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے محسوس ہوئے... کیونکہ دشمن کی طرف سے فائر ہونے کی صورت میں وہ شدید خطرے میں تھے... زیادہ سے زیادہ وہ بُت کی اوٹ لے سکتے تھے... وہ بھی صرف اس صورت میں جب کہ بُت فائر کرنے والے اور ان کے درمیان آجاتا... لہٰذا اس نے فوراً کہا:

"ابا جان... میری ایک تجویز ہے۔"

انہوں نے فرزانہ کی آواز میں تبدیلی فوراً بھانپ لی، لہٰذا بولے:

"ہاں! ہاں...... کہو۔"

وہ انہیں بُت کے دوسری طرف لے آئی... اب بُت درمیان میں آگیا... فرزانہ نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا... پھر اشاروں میں بتایا کہ اس طرف حملہ آور موجود ہے۔

"تب پھر اس وقت حویلی میں جانا مناسب ہوگا۔" انسپکٹر جمشید نے اشارہ کیا اور وہ تیز تیز قدم اٹھانے لگے...

حویلی کے دروازے پر پہنچ کر انہوں نے دستک دی اور اپنے نام بتائے، دروازہ فوراً کھل گیا... وہ اندر آگئے... انہوں نے دیکھا خان بارو، ان کے بچے اور سارے ملازم دروازے پر ہی موجود تھے۔

"کیا بات ہے... خیر تو ہے۔"

"وہ... ہم نے... آگ کی بارش ہوتے دیکھی تھی... ہم سب آپ لوگوں کی وجہ سے فکرمند ہوگئے تھے۔" خان بارو نے بتایا۔

"اوہ ہاں! آپ کا پریشان ہونا بجا تھا... اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس آگ سے بال بال بچایا۔"

"آخر وہ آگ کیسی تھی۔" خان بارو نے پوچھا۔

"دو عدد میزائل داغے گئے تھے، وہ بھی ہم پر۔"

"کیا!!! ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ہاں جناب! یہی بات ہے... آپ اس بُت کے بارے میں کیا بتا سکتے

ہیں... مہربانی فرما کر کچھ چھپائیں نہ۔"

"کیا مطلب... بھلا میں کیوں چھپاؤں گا۔" خان بارو نے برا سامنہ بنایا۔

"چلیے پھر بتائیں... جب آپ اس علاقے میں آئے تھے تو کیا یہ بُت پہلے سے یہاں موجود تھا؟" انہوں نے پوچھا۔

"ہاں جناب! یہ بُت اس وقت بھی یہاں موجود تھا۔"

"کیا اس بُت میں سے آپ کو کوئی خزانہ ملا تھا۔"

"جی کیا مطلب... بُت میں سے خزانہ... کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے۔" خان بارو کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔" فاروق مسکرایا۔

خان بارو نے اسے گھورا... پھر بولا:

"جی نہیں... مجھے اس بُت میں سے کوئی خزانہ نہیں ملا، میں نے تو کبھی سوچا بھی نہیں کہ اس میں کوئی خزانہ ہو سکتا ہے۔"

"تب پھر یہ لوگ کیوں آپ پر حملہ کرتے ہیں... وہ صرف طوفانی رات میں... کیونکہ طوفان کی صورت میں پولیس آپ کی مدد کو نہیں آسکتی۔"

"میں بتا چکا ہوں، کہ انہیں مجھ سے کیا دشمنی ہے...."

"ہم ان کا سراغ لگا لیں گے... تھوڑی دیر پہلے سراغ ملتے ملتے رہ گیا۔ ان کا ایک ساتھی ہمارے ہاتھ لگنے کے قریب تھا، لیکن پھر وہ نکل گیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اس علاقے سے بخوبی واقف نہیں ہیں... جب کہ حملہ آور خوب واقف ہیں... ویسے کیا آپ اس بٹن کو پہچانتے ہیں۔" انہوں نے یہ کہتے ہوئے وہ بٹن آگے

کر دیا۔"

"بٹن... یہ آپ کو کہاں سے ملا؟" اس کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"کیوں... کیا بات ہے۔" انسپکٹر جمشید نے بھی حیران ہو کر پوچھا۔

"یہ بٹن... جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے... میں نے سردار باقر کے کوٹ میں لگا دیکھا تھا..."

"اوہو اچھا... میں نے دھیان نہیں دیا... آیئے پھر ان لوگوں سے بات کرتے ہیں۔ لیکن اس وقت رہنے دیجیے۔ رات کافی ہو چکی ہے صبح بات کر لیں گے۔"

"بہت بہتر..." خان بارو نے کندھے اُچکائے۔

☆☆

صبح سویرے وہ انہیں ایک بڑے کمرے میں لے آیا... یہاں وہ دس کے دس آدمی آرام کر رہے تھے۔ انہیں اندر داخل ہوتے دیکھ کر اٹھ بیٹھے۔

"ہمیں افسوس ہے... ہم نے آپ کو بے آرام کیا۔"

"کوئی بات نہیں جناب۔" سردار باقر نے فوراً کہا۔

انہوں نے دیکھا اس کے جسم پر کوئی نیلا کوٹ نہیں تھا...

"آپ نے یہ بٹن کسی کے کوٹ میں دیکھا ہے بھلا؟"

سردار باقر کے ساتھ دوسروں کی نظر بھی اس بٹن پر جم گئیں۔ پھر انہوں نے نفی میں سر ہلا دیئے۔

"نہیں جناب! ہم نے یہ بٹن کسی کے کوٹ میں لگا ہوا نہیں دیکھا۔"

"خان بارو صاحب کا کہنا ہے... کل جب آپ آئے تھے اس وقت

آپ کے جسم پر نیلے رنگ کا کوٹ تھا۔"

"رات کے وقت انہیں نیلا رنگ کیسے نظر آ گیا..." سردار باقر نے برا سا منہ بنایا۔

خان بارو کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا... لیکن پھر اس نے فوراً کہا:

"بجلی چمکی تھی... اس میں صاف نظر آیا تھا۔"

"ہاں جناب! یہ تو ممکن ہے۔"

"خیر... میں مان لیتا ہوں... میرے پاس ایک عدد نیلا کوٹ ہے... اور یہ بٹن بھی اس کا ہے... لیکن اس سے کیا ہوتا ہے۔"

"ہمیں یہ بٹن پہاڑیوں میں سے ملا ہے..."

"تب پھر... اس سے کیا ہوتا ہے۔"

"اس سے ہوتا یہ ہے کہ ہم ایک حملہ آور کا تعاقب کر رہے تھے... وہ نکل گیا اور یہ بٹن ہمیں مل گیا۔"

"اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں تھا کہ وہ حملہ آور میں تھا... میں تو یوں بھی یہاں کافی دیر سے موجود ہوں... جب سے آپ یہاں سے گئے ہیں، میں یہیں موجود ہوں، ایک منٹ کے لیے بھی کہیں نہیں گیا... میرے تمام ساتھی اور حویلی کے دروازے پر موجود نگران اس بات کے گواہ ہیں۔"

"یہ سب باتیں ٹھیک ہیں... لیکن مہربانی فرما کر آپ کوٹ دکھا دیں۔"

"ضرور... کیوں نہیں۔"

وہ اٹھا اور ایک کھونٹی پر سے ایک کوٹ اتار لایا... اس میں واقعی ویسے ہی بٹن لگے ہوئے تھے اور ایک بٹن غائب تھا...

"اگر آپ حویلی سے باہر نہیں گئے تب تو اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ یہ اس سے پہلے کسی وقت گرا ہو گا۔"

"بالکل! اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے... ویسے آپ ان حضرات سے پوچھ سکتے ہیں... میں آپ کے جانے کے بعد حویلی سے باہر نہیں گیا۔"

"یہ ٹھیک ہے جناب! یہ صاحب ہمارے پاس موجود رہے ہیں... ایک منٹ کے لیے بھی کہیں نہیں گئے۔"

"اچھی بات ہے... یہ بٹن ضرور اس وقت گرا ہو گا جب آپ گھوڑے سواروں کو دیکھ کر افراتفری کی حالت میں یہاں آئے تھے۔"

"بالکل ٹھیک ہے..." سردار باقر نے فوراً کہا۔

"ویسے آپ شہر میں کہاں رہتے ہیں۔"

"ہم لوگ دارالحکومت کے نہیں ہیں... دارالحکومت سے کافی فاصلے پر ایک قصبہ ہے... وہاں کے رہنے والے ہیں۔"

"اور کرتے کیا ہیں۔"

"شکار... ہمارا کام شکار کھیلنا ہے... ویسے ہم چڑیا گھروں کے شکاری ہیں۔"

"کیا مطلب... میں سمجھا نہیں۔"

"ہم جنگلی جانور پکڑ کر چڑیا گھروں میں فروخت کر دیتے ہیں۔"

"کیا آپ سب ساتھ ہی ہیں... ایک ہی قصبہ کے رہنے والے ہیں۔"

انسپکٹر جمشید نے قدرے حیران ہو کر کہا۔

"جی... جی نہیں... یہ میں نے کب کہا۔"

"آپ کے کہنے کے انداز سے تو یہی محسوس ہوا تھا... خیر... آپ ان لوگوں کی بات نہیں کر رہے تھے۔"

"بالکل نہیں... میں تو اپنے قصبے کے ساتھیوں کی بات کر رہا تھا۔"

"اچھی بات ہے... تو آپ ان لوگوں کو نہیں جانتے۔"

"کل تک نہیں جانتا تھا... جب سے پہاڑی کے دامن میں پناہ لی ہے، اس وقت سے جان گیا ہوں... کیونکہ ہم نے آپس میں تعارف کرایا تھا... یہ حضرات ایک اور شہر کے رہنے والے ہیں... اور تجارت پیشہ لوگ ہیں۔"

"لیکن یہ چکر کیا ہے... یہاں تو میزائل تک چلائے گئے ہیں۔"

"جی ہاں... دراصل حملہ آور بہت طاقت ور ہیں... ان کے پاس شاید ہر طرح کا اسلحہ ہے... اور اس بار گویا وہ فیصلہ کن انداز میں آئے ہیں۔ پہلے تو جب بھی آتے تھے، حملہ کر کے بھاگ جاتے تھے... لیکن اس مرتبہ یہیں ہیں...... گویا اب انہیں پولیس کا خوف نہیں رہا... اچھا میں چلتا ہوں۔"

وہاں سے نکل کر انہوں نے خان بارو سے پوچھا:

"آپ نے پولیس کو فون کیا یا نہیں۔"

"جی ہاں! کر چکا ہوں... لیکن ابھی تک تو پولیس آئی نہیں... وہ بھی حملہ آوروں سے خوف زدہ ہی ہے... پہلے بھی میں نے یہ بات محسوس کی تھی۔"

"کیا مطلب... آپ نے کیا محسوس کیا تھا۔"

"یہی کہ پولیس والے ان حملہ آوروں سے خوف زدہ ہیں۔"

"لیکن جناب! وہ تو پولیس کے آنے سے پہلے ہی فرار ہو جاتے ہیں... پھر بھلا وہ کیوں ان سے ڈرنے لگے۔"

"ان کا کیا ہے... کسی وقت بھی... کسی طرف سے بھی حملہ کر سکتے ہیں۔"

"ہوں... خیر... ہم ایک بار پھر..."

ایسے میں حویلی کے دروازے کا ایک نگران تیز تیز آتا نظر آیا... اس کے چہرے پر زلزلے کے آثار تھے... ابھی وہ ان کے نزدیک پہنچا نہیں تھا کہ ایک زوردار دھماکہ ہوا۔

☆☆☆

نیچے کی خبر لو

خیر تو ہے..." خان بارو نے پریشان ہو کر کہا۔

"حویلی پر خوفناک حملہ ہونے والا ہے..."

"کیا مطلب... کیسے معلوم ہوا۔" خان بارو بولا۔

"چھت پر جا کر دیکھ لیں... اس بار دشمن پوری تیاری کے ساتھ آیا ہے۔"

"اوہ... کیا مطلب۔" یہ کہتے ہوئے خان بارو نے اوپر کی طرف دوڑ لگا دی۔ انہوں نے بھی اس کا ساتھ دیا...

چھت پر پہنچ کر جب انہوں نے سامنے کی طرف دیکھا تو ان کی تو سٹی گم ہوگئی... سیکڑوں آدمی پہاڑی گزرگاہ سے اوپر کی طرف آ رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ہر طرح کا اسلحہ تھا۔

"خان بارو صاحب! حویلی کا دروازہ فوراً بند کروا دیں..."

"لل... لیکن... بھلا ہم کیا کر سکتے ہیں... ہم تو مارے گئے۔" اس نے کانپ کر کہا۔

"آپ سے جو کہا ہے... صرف وہ کریں۔" انسپکٹر جمشید کا لہجہ ناخوش گوار

تھا...

خان بارو نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔

"دروازہ اندر سے بند کر لو۔"

اب انسپکٹر جمشید نے خان رحمان کی طرف دیکھا:

"خان رحمان! تم کیا کہتے ہو۔"

"مقابلہ مشکل ہے... لیکن اگر پروفیسر صاحب کے پاس کوئی چیز ہے تو ہم ضرور کچھ کر سکتے ہیں۔"

"میرے پاس اور کچھ نہ ہو... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔..."

"تب... میں چاہتا ہوں... ان کی صرف پیش قدمی رک جائے۔ یہ لوگ وہیں رُک کر ہم سے بات کریں۔"

"اچھی بات ہے... اپنا پستول نکال لو... میں ایک چمڑے کی ایک تھیلی ان کی طرف اُچھالوں گا... تم نے تھیلی کا نشانہ اس طرح لینا ہے کہ وہ ان سے کچھ فاصلے پر جا کر گرے۔"

"اچھی بات ہے... پھینکیں پھر۔"

پروفیسر داؤد نے تھیلی پوری طاقت سے اُچھالی... ادھر انسپکٹر جمشید نے فائر کیا... پھر ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا... پہاڑیوں پر آگ کی بارش ہوتی محسوس ہوئی۔

حملہ آور ایک دم رُک گئے۔ اس وقت انسپکٹر جمشید بہت زور سے اُچھلے ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

"محمود، فاروق، فرزانہ اور خان رحمان... فوراً نیچے کی خبر لو۔"

"جی! کیا فرمایا... نیچے کی خبر لیں۔" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"تم... جاؤ... جلدی کرو... ورنہ ہم یہ جنگ ہار جائیں گے... پروفیسر کی تھیلیاں بھی بے کار ہو جائیں گی... اگرچہ ان کی پہلی تھیلی نے حملہ آوروں کے قدم روک دیے ہیں۔"

"لیکن ہم نیچے جا کر خبر کس کی لیں۔"

"تم جاتے ہو یا نہیں۔" وہ چلائے۔

چاروں بوکھلا گئے... ایسا لہجہ انسپکٹر جمشید بہت کم موقعوں پر اختیار کرتے تھے... انہوں نے نیچے کی طرف دوڑ لگا دی...

☆☆

حویلی کے صحن میں آ کر وہ رُک گئے۔

"اب کیا کریں۔" محمود نے ہونقوں کی طرح کہا۔

"پپ پتا نہیں۔" فاروق گڑبڑا گیا۔

"آپ بتائیں انکل۔"

"مم... میں بتاؤں... لیکن کیا بتاؤں۔"

اور پھر وہ مہمان خانے کی طرف بڑھ گئے... دوسرے ہی لمحے وہ بری طرح اُچھلے... سردار باقر اور دوسرے لوگ وہاں موجود نہیں تھے۔

"ارے... یہ کہاں چلے گئے۔"

"مارے گئے... آؤ..." فرزانہ نے بوکھلا کر کہا۔

اب وہ ادھر ادھر چکرانے لگے... لیکن سردار باقر اور دوسرے کہیں نظر نہ آئے...

"اب ہم ابا جان کو کیا منہ دکھائیں گے۔" فرزانہ نے پریشان ہو کر کہا۔

"ہمارے پاس منہ ہے ہی ایک ایک۔" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"اوہ ہاں... یاد آیا... آؤ... جلدی کرو۔"

"پتا نہیں تمہیں اچانک کیا یاد آ جاتا ہے..."

"میں نے حویلی کے پچھلی طرف ایک دروازہ دیکھا تھا..."

"وہ بھی تو اندر سے بند ہوگا۔" خان رحمان بولے۔

"اگر وہ بھی اندر سے بند ہے... تب پھر سردار باقر اور باقی لوگ حویلی میں ہونے چاہئیں..."

اب وہ پچھلے دروازے کی طرف دوڑ پڑے...

"لیکن تم نے حویلی کا دروازہ کب دیکھ لیا... ہم کل ہی تو یہاں آئے ہیں۔"

"رات جب تم لوگ سو گئے تھے تو میں کام کرتی رہی ہوں... دراصل میں یہ معلوم کرنے کے چکر میں تھی کہ یہاں ہو کیا رہا ہے... یہ تو معلوم نہ کر سکی... البتہ پچھلا دروازہ نظر آ گیا۔"

"اچھی بات ہے... لیکن اس سارے معاملے کے سر پیر کا اب تک کچھ پتا نہیں چلا۔"

"چل جائے گا۔"

پھر وہ دوڑتے ہوئے پچھلے دروازے تک پہنچ گئے... اور پھر انہیں ایک زوردار دھماکہ ہوا۔

☆☆

"خبردار اس سے آگے بڑھے تو جلا کر راکھ کر دیے جاؤ گے۔" انسپکٹر جمشید نے بلند آواز میں کہا۔

پہاڑیوں نے ان کی آواز کو دہرایا... حملہ آوروں تک ان کے الفاظ بخوبی پہنچ گئے... ان میں سے جو سب سے آگے تھا، وہ بولا:

"تم لوگ اب بچ نہیں سکتے... بہتر ہوگا، خود کو ہمارے حوالے کر دو۔"

"تم چاہتے کیا ہو؟" انسپکٹر جمشید بلند آواز میں بولے۔

"خان بارو سے زیادہ بہتر یہ بات کون جانتا ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں... ہمارا اس سے بس ایک ہی مطالبہ ہے... اور وہ یہ کہ راؤ تنویر بابر کو ہمارے حوالے کر دو..."

"لیکن راؤ تنویر بابر یہاں نہیں ہے۔" انہوں نے کہا۔

"وہ جہاں بھی ہے... خان بارو کو معلوم ہے..."

"تم لوگ قانون کی مدد کیوں نہیں لیتے اس معاملے میں..." انسپکٹر جمشید بُرا سا منہ بنا کر بولے۔

"قانون بے چارہ تو سویا ہوا ہے... وہ ہماری کیا مدد کرے گا... کیا ہر سال پولیس یہاں نہیں آتی... بس خان بارو سے سوالات کر کے چلی جاتی ہے... جب وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکی تو راؤ تنویر کو تلاش کرنے میں ہماری کیا مدد کر سکے گی۔"

"تو مجھے بتاؤ کہ تم راؤ تنویر کو کیوں حاصل کرنا چاہتے ہو۔"

"کون پوچھ رہا ہے... تم کون ہو... زیادہ سے زیادہ خان بارو کے ایک ملازم۔"

"نہیں... ان کا ایک مہمان...... اور کیا یہ آگ تم نے برسائی تھی۔"

"صرف تم لوگوں کو اپنی طاقت بتانے کے لیے... ہلاک کرنے کے لیے نہیں... ورنہ پھر آگ تمہارے سروں پر گرتی اور تم میں سے اکثر جل جاتے۔"

"ہم ان پھلجھڑیوں سے ڈرنے والے نہیں ہیں... اور اس بار تو پولیس کا بھی انتظام کر کے آئے ہیں، اس لیے تو دن کی روشنی میں آئے ہیں..."

"کیا مطلب... تم نے پولیس کا کیا انتظام کیا بھلا۔"

"تمام باتیں بتانے والی نہیں ہوتیں... کیا سمجھے۔" وہ ہنسا۔

"اچھی بات ہے... کیا میں اپنے حملہ آور کا نام پوچھ سکتا ہوں۔"

"خان بارو سے کیوں نہیں پوچھ لیتے۔"

"کیوں خان بارو... کیا آپ اسے جانتے ہیں... لیکن آپ نے تو بتایا تھا... نہیں جانتے۔"

"یہی بات ہے... میں نہیں جانتا... یہ کون لوگ ہیں... اور ان کا راؤ تنویر بابر سے کیا چکر ہے... مجھے تو جتنی بات معلوم ہے... اتنی میں آپ کو بتا چکا ہوں..."

"مطلب یہ کہ آپ نے راؤ تنویر بابر کو پناہ دی تھی... بس اس دن سے یہ لوگ آپ کے دشمن بن چکے ہیں۔"

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"اور آپ نہیں جانتے... راؤ تنویر بابر کا اور ان کا کیا جھگڑا ہے۔"

"ہاں نہیں جانتا۔" اس نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"خوب! کیا آپ جانتے ہیں... راؤ تنویر اب کہاں ہے۔"

"ہاں! لیکن یہ بات نہیں بتاؤں گا... چاہے کچھ ہو جائے..."

لیکن پہلے تو آپ نے کہا تھا کہ آپ نہیں جانتے کہ وہ کہاں ہے۔

خیر! اچھی بات ہے... اب ذرا ان سے بات کرلوں... یہ چاروں اب تک نہیں آئے... حیرت ہے۔"

"کہیں پھنس نہ گئے ہوں جمشید۔" پروفیسر بولے۔

"اللہ مالک ہے... اس وقت ان کی مدد کے لیے نہ آپ جاسکتے ہیں نہ میں۔ ہماری یہاں موجودگی بہت ضروری ہے... اس طرف سے کسی وقت بھی کوئی میزائل داغا جاسکتا ہے۔"

"اچھی بات ہے جمشید... میں بالکل تیار ہوں... بس تمہارے اشارے کی دیر ہے... پھر میں ان کے پرخچے اڑادوں گا۔"

"لیکن میں ایسا نہیں چاہتا... ہم بلاوجہ کیوں قتل عام کریں..."

"اچھی بات ہے... جو تم کہو گے... کردوں گا..." پروفیسر داؤد بے چارگی کے عالم میں بولے۔

اور وہ مسکرادیے۔

"مسٹر نامعلوم... خان بارو نے ابھی تک تمہارا نام مجھے نہیں بتایا... نہ جانے تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو... ہم تمہیں صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حویلی کی طرف اب کوئی حملہ نہ کرنا، کوئی میزائل نہ چھوڑنا... ورنہ جواب میں تم پر قیامت ٹوٹ پڑے گی، پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہیں ہوئی... اگر تم چاہو تو ایک بار پھر ہم تمہیں نمونہ دکھا سکتے ہیں... پروفیسر صاحب... ذرا ایک تھیلی اور اچھالیں۔"

انہوں نے تھیلی اُچھالی... انسپکٹر جمشید نے فائر کیا... ایک بار پھر آگ کی بارش ہوئی...

"دیکھا تم لوگوں نے...."

"ہاں دیکھ لیا، لیکن یہ کچھ نہیں۔"

"کیا کہا... یہ کچھ نہیں۔"

"ہاں یہ کچھ نہیں... ہمارے پاس میزائل ہیں..."

"اور یہ آج پولیس کیوں دخل اندازی نہیں کر رہی۔"

"پولیس کو میٹھی نیند سلا دیا گیا ہے... ویسے اگر وہ اس طرف آئی تو ان کی طرف بھی ایک دو عدد میزائل چھوڑ دیے جائیں گے... اس بار ہم مکمل تیاری کر کے آئے ہیں اور آخری بار آئے ہیں۔"

"آپ چاہتے کیا ہیں۔"

"ہمیں بس راؤ تنویر بابر چاہیے۔"

"یہی تو مشکل ہے... خان بارو اس کے بارے میں کچھ بتانے کے لیے تیار نہیں۔"

"ہم اُگلوا لیں گے... خان بارو بھی آج ہمارے ہاتھوں سے بچ نہیں سکے گا۔"

"سن رہے ہیں خان بارو صاحب۔" انسپکٹر جمشید ہنسے۔

"ہاں! سن رہا ہوں..."

"پھر اب کیا پروگرام ہے۔"

"پروگرام کیا ہونا ہے... میں انہیں راؤ تنویر بابر کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا... مجبوری ہے... آپ خود دیکھ لیں، کیا یہ لوگ غیر قانونی طریقہ اختیار نہیں کر رہے..."

"ہاں! وہ تو خیر یہ کر رہے ہیں... مشکل یہ ہے کہ آپ ہمیں بھی تو راؤ تنویر

بابر کے بارے میں کچھ نہیں بتا رہے۔"

"بس! میں کیا بتاؤں... مجبوری۔" اس نے کندھے اُچکائے۔

"خیر... کوئی بات نہیں... ہم بھی اس جھگڑے کو ختم کر کے چھوڑیں گے۔"

اچانک ایک زوردار دھماکا ہوا... اور پھر ہر طرف دھواں پھیل گیا۔

"ارے یہ کیا... دھوئیں کا بم۔" انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

"اور جمشید... دھواں بلا کی تیزی سے ہماری طرف آ رہا ہے... ہوا کا رُخ اسی طرف کا ہے... انہوں نے اس بات سے خوب فائدہ... اور... دھوئیں کا اثر ہم تک آ گیا... آؤ جمشید نیچے کی طرف دوڑ لگا دو۔"

اس سے پہلے کہ وہ دوڑ لگاتے... تڑا تڑ گرتے چلے گئے... اسی وقت حملہ آوروں میں سے ایک شخص کی آواز گونجی...

"آؤ... اب حویلی پر قبضہ ہمارا ہے۔"

☆☆☆

خزانے کا چکر

"یہ... یہ دھماکا کیسا تھا بھئی۔" فاروق گھبرا گیا۔

"بم کا دھماکا تھا... اللہ اپنا رحم فرمائے... یہاں تو میزائل اور بم برسنے لگے... لگتا ہے... معاملہ بہت بڑا ہے۔" محمود نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اب کیا کریں۔"

اسی وقت ایک شخص دوڑتا ہوا ان کے پاس آ گیا...

"وہ... وہ دروازے تک پہنچ گئے ہیں۔"

"کون...... کن کی بات کر رہے ہو بھائی۔" فاروق بولا۔

"حملہ آور... دھوئیں کا بم انہوں نے ہی مارا ہے..."

"اوہو... اچھا... تب تو ہمیں اوپر والوں کی خبر لینی چاہیے... آئیں انکل جلدی کریں۔"

وہ اوپر کی طرف دوڑ پڑے... لیکن ابھی سیڑھیاں چڑھ رہے تھے کہ دھوئیں کا اثر ان تک بھی پہنچ گیا... انہیں زوردار کھانسی آئی... انہوں نے واپس نیچے کی طرف دوڑ لگا دی... نیچے ابھی دھوئیں کا اثر کم تھا... وہ لگے احتیاطی تدابیر

کرنے... دھوئیں کا اثر لمحہ بہ لمحہ تیز تر ہوتا جا رہا تھا...

پھر انہیں بھی لیٹ جانا پڑا...

☆☆

حویلی کا دروازہ زوردار آواز سے کھلا... کسی نے بلند آواز میں کہا۔

''آج ہم نے خان بارو کی حویلی فتح کر لی... اب راؤ تنویر بابر بھی نہیں بچ سکے گا... ہاہاہا۔''

''اب کیا کریں باس۔''

''پہلے سب لوگوں کو ایک جگہ جمع کرو... جہاں جہاں بھی کوئی بے ہوش پڑا ہے اٹھا کر لے آؤ... میرا خیال ہے حویلی کے ہال میں سب کو جمع کرنا بہتر رہے گا۔''

''بہت بہتر باس۔''

آدھ گھنٹے بعد حویلی میں پہلے سے موجود سب لوگ ہال میں لائے جا چکے تھے... ان سب کو رسیوں سے باندھ دیا گیا تھا... ابھی تک وہ بے ہوش تھے۔ آخر ہال میں ایک آواز گونجی:

''پروفیسر ڈی کونڈا... انہیں آخر کب تک ہوش آئے گا۔''

''جی بس... ابھی چند منٹ میں آ جائے گا... جلدی کرنے کی صورت میں ان کا دماغ اپنی جگہ پر نہیں رہے گا... لہٰذا صبر کرنا ہی بہتر ہے۔''

''اچھی بات ہے... میں چاہتا ہوں، سب سے پہلے خان بارو ہوش میں آئے۔''

''اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔'' پروفیسر ڈی کونڈا بولا۔

''کیوں؟''

''اس لیے باس... کہ ہر آدمی کی طاقت دوسرے کے برابر نہیں ہوتی... زیادہ طاقت ور آدمی جلدی ہوش میں آئے گا... کمزور دیر سے آئے گا۔''

''اچھی بات ہے... منگل... ان کی رسیاں چیک کرو۔''

ایسے میں ایک زوردار چھینک کی آواز سنائی دی۔

''یہ... یہ کون چھینکا تھا۔''

''یہ شخص۔'' ڈی کونڈا نے کہا۔

''اس کا مطلب ہے... یہ ہوش میں آ رہا ہے۔''

''جی ہاں ابھی کہا جا سکتا ہے... اس کے جسم میں حرکت کے آثار ہیں۔''

''پروفیسر ڈی کونڈا... آپ جانتے ہیں... یہ کون ہے۔''

''جی... جی نہیں باس... مدت ہو گئی میں تو آپ کے ساتھ ہوں... جب سے آپ نے مجھے اغوا کیا تھا... میں دنیا کے حالات سے بے خبر ہوں۔''

''جب تک تم دنیا کے حالات سے باخبر تھے... اس وقت تک ضرور اس کا نام سنتے رہے ہو گے... دنیا کا مشہور ترین آدمی ہے... لیکن آج میرے ہاتھوں گمنامی کی حالت میں مارا جائے گا... تمہاری اطلاع کے لیے عرض کر دوں، اس کا نام انسپکٹر جمشید ہے۔''

''اوہو... اچھا، یہ ہے انسپکٹر جمشید... ڈیل ڈول کے اعتبار سے تو یہ کوئی خاص آدمی نہیں ہے۔''

''تو تمہارا کیا خیال تھا... یہ تم پہلوان جیسا نظر آتا ہو گا... خیر چھوڑو اب جب کہ یہ ہوش میں آ رہا ہے... تو کیوں نہ پہلے اسی سے دو دو باتیں کر لوں...''

اسی وقت انسپکٹر جمشید نے آنکھیں کھول دیں... انہیں حرکت کرتے دیکھ

کر منگل رُک گیا تھا... گویا اب اسے رسیاں چیک کرنے کی ضرورت نہیں رہی تھی... ادھر باس کی توجہ بھی اب انسپکٹر جمشید کی طرف تھی... ان کے دونوں ہاتھ کمر پر بندھے ہوئے تھے اور ہلنے کی وجہ سے ہاتھ اب نیچے آ گئے تھے۔

"ٹھہرو منگل! اس کے قریب نہ جانا...... ہیلو انسپکٹر جمشید...... کیا حال ہے۔"

"آپ... آپ کون ہیں۔" انہوں نے کمزور آواز میں کہا۔

"کیا بات ہے... تمہاری آواز اتنی مردہ سی کیوں ہے۔"

"شش... شاید... دھوئیں کا اثر ہے... پتا نہیں کون سے دھوئیں کا بم تھا..."

"ہاں واقعی... دھواں بہت زہریلا تھا۔" پروفیسر ڈی کونڈا ہنسا۔

"تو وہ بم آپ نے چلایا تھا۔" انسپکٹر جمشید نے کمزور آواز میں کہا۔

"جی بالکل۔" اس نے سینہ پھلا کر کہا۔

"انسپکٹر جمشید... تم بلاوجہ اس معاملے میں آ نکلے... ادھر بلاوجہ ہی مارے جاؤ گے... حالانکہ ہماری تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے... لیکن چونکہ تم اس معاملے میں شریک ہو گئے ہو، اس لیے اب تمہیں بھی موت کے گھاٹ اتارنا ہو گا..."

"کوئی بات نہیں... اللہ مالک ہے۔" وہ بولے۔

"کیا تم نے اب تک کوئی اندازہ لگایا کہ یہ کیا چکر ہے... میں نے سنا ہے، تم اندازہ لگانے میں بہت ماہر ہو... اُڑتی چڑیا کے پر گن لیتے ہو... اس بار اندازہ لگا کر بتاؤ تو بات ہے۔"

"سارے واقعات ہمارے سامنے نہیں ہیں... لہٰذا یہ کام آسان نہیں

تاہم..." وہ کہتے کہتے رک گئے۔

"تاہم کیا؟"

"یہ کہ... یہ کسی خزانے کا چکر ہے... اور خزانہ کوئی چھوٹا موٹا خزانہ نہیں ہے... کسی راجپوت راجہ کا خزانہ ہے... اس راجپوت راجہ کی اولاد میں سے تم خود ہو..."

"حیرت ہے... کمال ہے... آخر تم نے یہ کیسے جان لیا... جب کہ ابھی تک ہم نے کسی کو کچھ نہیں بتایا... یہاں تک کہ خان بارو کو بھی کچھ معلوم نہیں... ہم تو اس سے صرف راؤ تنویر بابر کے بارے میں پوچھتے رہے ہیں اور بس..."

"یہ کوئی مشکل بات نہیں... پھر تم نے اس شخص کو منگل کے نام سے پکارا تھا... منگل ہمارے طرف کے لوگوں کا نام نہیں ہوتا... اس لیے میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تم لوگ پڑوسی ملک کے راجپوت ہو... رہ گئی بات خزانے کی... یہاں جو خزانہ موجود ہے، اس کا تعلق اس بُت سے ضرور ہے... کیونکہ طوفانی رات میں یہاں آنا اور صبح سے پہلے چلے جانا... پھر راؤ تنویر بابر کے نام کا پہلا حصہ راؤ ہے... راؤ دراصل راجپوت کہلاتے ہیں... یہ لوگ دلیری اور بہادری میں مشہور تھے... جنگجو تھے..."

"لیکن اتنی سی بات سے یہ کیسے جان سکتا ہے کہ یہ کسی خزانے کا چکر ہے۔" باس بولا۔

"وہ ایسے کہ... تم لوگوں کی پوری توجہ بُت کی طرف رہی ہے... پھر اس بُت کا ایک پیر بھی پتھر کا نہیں ہے... اب ارادہ تھا کہ پہلے اس بُت کا جائزہ لیا جائے گا... لیکن درمیان میں ٹپک پڑے تم لوگ اور وہ دھوئیں کا بم۔ بہر حال میں نے یہ

دعویٰ نہیں کیا کہ میرا اندازہ سو فیصد درست ہوگا... جی نہیں... یہ سو فیصد غلط بھی ہو سکتا ہے۔"

"یہی تو مشکل ہے کہ... یہ بات درست ہے... لیکن اس خزانے کا پتا صرف راؤ تنویر بابر کو ہے۔"

"کیا!!! خان بارو کی آواز اُبھری۔

"ہاں خان بارو... راؤ تنویر بابر نے شاید تمہیں بھی نہیں بتایا۔"

"بالکل نہیں... اس نے تو بس اتنی بات بتائی تھی کہ اس کے دشمن اس کے پیچھے ہیں اور اسے جان سے مار ڈالنا چاہتے ہیں... بس خان بارو نے اسے پناہ دے دی... اور پھر اس کی حفاظت پر ڈٹ گئے... ایسی بھی کیا پناہ۔"

"میں ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ خاندان سے ہوں... اس ناطے مہمان نوازی مجھ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے... اس لیے میں نے اسے پناہ دی اور پھر اس کی حفاظت کی ٹھان لی... پھر میں نے ایسا انتظام کیا کہ وہ کبھی بھی آپ کے ہاتھ نہیں لگ سکے۔"

"لیکن آج وہ بھی ہاتھ لگ گیا ہے۔"

"کیا مطلب... وہ کیسے۔"

"وہ تمہاری حویلی میں موجود لوگوں میں سے ہی ایک ہے... اور اس وقت رسیوں سے بندھا ہوا ہے۔"

"تب تم خوش فہمی میں مبتلا ہو۔" خان بارو ہنسا۔

"وہ کیسے؟"

"وہ ان لوگوں میں شامل نہیں ہے۔"

"نہ ہوگا... اب ہم تم سے پوچھ ہی لیں گے۔"

"میں جان دے دوں گا... یہ نہیں بتاؤں گا کہ وہ کون ہے اور کہاں ہے۔"

"تم بے وقوف ہو... وہ سارا خزانہ ہڑپ کرنے کے چکر میں ہے... خزانہ سمیٹ کر چلتا بنے گا... تمہیں کیا بچے گا۔" باس نے بھنا کر کہا۔

"میں نے پناہ کسی لالچ کے تحت نہیں دی... اگر وہ خزانہ اس کا ہے تو لے جائے نکال کر... میں کیوں پریشان ہوں..."

"لیکن وہ خزانہ اس کا نہیں ہے... ہمارا ہے۔"

"تب پھر وہ خزانے میں شریک کیسے ہوگیا... یا اس راز میں کیسے شامل ہو گیا ہے۔"

"یہ بات میں تمہیں نہیں بتا سکتا..."

"خان بارو... ہمیں فوراً بتا دو... راؤ تنویر بابر یہاں کس کے حلیے میں رہ رہا ہے... یہ اندازہ ہم لگا چکے ہیں کہ وہ ان پندرہ ملازمین میں سے ہے۔"

"اوہ... نہیں۔" خان بارو حیرت زدہ انداز میں چلا اُٹھا۔

"کیا ہوا؟" باس نے ہنس کر کہا۔

"میرا اندازہ تھا... کہ یہ راز صرف مجھے معلوم ہے یا راؤ تنویر بابر کو..."

"جی نہیں... اب یہ راز ہمیں بھی معلوم ہے... ہم ہر سال طوفانی رات میں بلاوجہ حملہ آور نہیں ہوتے رہے... حملے کی اوٹ میں ہم یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے رہے کہ راؤ تنویر بابر یہاں کس کے میک اپ میں رہتا ہے.."

"پھر تم نے کیا معلوم کیا؟"

"یہ کہ وہ خان بارو کے پندرہ ملازمین میں سے کوئی ہے... لیکن کون

ہے... یہ ہم بھی ابھی تک معلوم نہیں کر سکے، لیکن اب معلوم کر لیں گے۔''

''سوال یہ ہے کہ یہاں اتنا کچھ ہو چکا ہے... پولیس اب تک کیوں نہیں آئی۔''

''ادھر ادھر بموں کی کئی وارداتیں کی گئی ہیں... ان میں دھوئیں کے بم بھی تھے... لہٰذا تمام پولیس ادھر ادھر تقسیم ہو گئی... یوں بھی اس علاقے میں جو پولیس اسٹیشن ہے... اس میں پولیس کی تعداد کوئی خاص نہیں ہے... اب بے چاری ادھر آئے تو کیسے... وہ ادھر مصروف ہے... ادھر ہم اور اب تو یہاں کھلے میدان میں ہنگامہ ختم ہو چکا ہے... وہ فارغ ہو کر ادھر آئے گی بھی تو یہاں اسے کچھ نظر نہیں آئے گا، اس لیے آپ لوگ بے فکر رہیں، پولیس دخل نہیں دے گی۔'' یہ کہہ کر وہ ہنسا۔

''ساری بات معلوم ہو گئی... بس تم یہ بتا دو کہ تم کون ہو... راؤ تنویر بابر کون ہے اور تم دونوں کا اس خزانے سے کیا تعلق ہے۔''

''بس یہی باتیں میں نہیں بتا سکتا...''

''اور یہ تم نے ایک سائنس دان کو کیسے قابو میں کر لیا۔ میں اسے جانتا ہوں۔ یہ ایک بہت قابل سائنسدان تھا جو تمہارے ملک کی ایٹمی لیبارٹری سے اچانک ایک روز لاپتہ ہو گیا تھا۔'' انسپکٹر جمشید نے پروفیسر ڈی کونڈا کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

''اسے اغوا کیا تھا... بس اس کے بعد سے یہ اپنا غلام ہے... فرار ہونے کی کوشش کئی بار کر چکا ہے، لیکن کامیاب نہیں ہوا... اب تھک گیا ہے اور سمجھ گیا ہے، اس کی باقی ماندہ زندگی میرے ساتھ ہی گزرے گی...'' یہ کہہ کر وہ ہنسا۔

انسپکٹر جمشید نے ایک نظر پروفیسر ڈی کونڈا پر ڈالی... پھر مسکرا کر بولے:

''مسٹر ڈی کونڈا آپ سے نفرت کرتے ہیں۔''

''مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' باس نے کندھے اُچکائے۔

''سردار باقر اور ان کے ساتھی کہاں ہیں؟''

''کون سردار باقر؟ اچھا وہ جو ہم سے ڈر کر یہاں آ گئے تھے۔ ارے...... وہ نکلنے میں کامیاب ہو گئے... لیکن خیر ان کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں تھا۔''

''تعلق تو ہمارا بھی نہیں ہے۔''

''لیکن تم لوگ دخل اندازی تو کر بیٹھے ہو نا، معاملے سے الگ رہتے اور نکلنے کی کرتے تو کون روکتا تمہیں۔''

''اچھا خیر... اب تو کر چکے... اب کیا ہو سکتا ہے۔''

''خان بارو... آخری بار پوچھ رہا ہوں... راؤ تنویر بابر کہاں ہے۔''

''جہاں ہے... خیریت سے ہے۔'' خان بارو نے منہ بنایا۔

''خان بارو صاحب! میرا مشورہ ہے... بتا دیں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''جی... کیا بتا دوں؟''

''یہ کہ راؤ تنویر بابر دراصل تمہارے پندرہ ملازمین میں سے ایک کی شکل میں یہاں رہتا رہا۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''حد ہو گئی... یہ بات تو پہلے ہی صاف ہو چکی ہے۔'' فاروق نے جل کر کہا۔

''تب پھر میں بتا دیتا ہوں... ان پندرہ میں سے ہی تنویر بابر وہ تھا جسے غدار کہا گیا... یعنی جو صابر کے نام سے رہ رہا تھا...''

''کیا!!! نہیں۔'' سب ایک ساتھ چلائے۔

☆☆☆☆

بہروپیا

"یہ... یہ آپ نے کیا کہا؟" فرزانہ نے بے تابانہ کہا۔

"کیوں! میں نے کون سی عجیب بات کہہ دی... میں نے حویلی میں جتنا وقت بھی گزارا ہے، ادھر ادھر کا جائزہ لیتے ہوئے گزارا ہے... راؤ تنویر یہاں صابر کے روپ میں تھا... تم ذرا خان بارو کی طرف دیکھ لو... معلوم ہو جائے گا۔"

وہ خان بارو کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس کے چہرے پر حیرت کا سمندر موجیں مار رہا تھا۔

"اس کا مطلب ہے... ہمارے ابا جان ٹھیک کہہ رہے ہیں... صابر ہی دراصل راؤ تنویر بابر ہے۔"

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"تب پھر وہ غائب کہاں ہو گئے۔"

"انہوں نے معاملہ گڑبڑ دیکھا تو کسی محفوظ جگہ چلے گئے۔"

"بھلا آپ کی حویلی سے زیادہ محفوظ جگہ ان کے لیے کون سی ہو سکتی ہے... یہاں وہ کتنی مدت سے رہ رہے ہیں۔"

"ان حالات میں تو یہ جگہ ان کے لیے غیر محفوظ ہو گئی تھی نا... آپ خود دیکھ لیں... اگر وہ یہاں ہوتے تو کیا پھنس نہیں گئے تھے۔"

"ہوں! یہ بات ہے۔" فاروق نے سر ہلایا۔

"تب پھر وہ اب کہاں ہیں۔"

"ہوں گے اپنے خزانے کے پاس... ویسے سچ یہ ہے کہ انہوں نے مجھے بھی یہ بات نہیں بتائی کہ خزانہ کس جگہ ہے... ہاں! یہ بات میں اب تک چھپاتا رہا ہوں کہ انہوں نے اتنا بتا دیا تھا کہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں... لیکن..."

"لیکن کیا..."

"یہ بات اور بھی زیادہ عجیب ہے... ان کا کہنا ہے... دراصل یہ خزانہ ان کے پردادا نے یہاں جمع کیا تھا... پردادا کا نام راؤ کھوڈو پرتاپ تھا..."

"کیا مطلب... راؤ تنویر کا پردادا ہی وہ راجہ تھا۔"

"ہاں... بالکل... یہ حکمران خاندان تھا... اور ان کا خزانہ سینہ بہ سینہ چلا آ رہا تھا... لیکن پھر راؤ تنویر بابر نے مذہب تبدیل کر لیا... ادھر انہوں نے مذہب تبدیل کیا، ادھر دوسرے بھائی اس کے پیچھے موت کی طرح لگ گئے... ان کا خیال تھا، کہیں وہ خزانہ نہ نکال لے جائے... خزانے کے بارے میں صرف اسے معلوم تھا... کیونکہ وہ ان میں سے سب سے بڑا تھا... باپ مرنے سے پہلے صرف بڑے بیٹے کو خزانے کے بارے میں بتاتا تھا... اس طرح یہ راز راؤ تنویر کو معلوم تھا اور اس نے اپنے بھائیوں سے دور ہونے کی کوشش کی... لیکن اس کا ارادہ خود خزانہ ہڑپ کرنے کا نہیں تھا..."

"تب پھر؟"

"وہ پڑھے لکھے اور کھلے ذہن کا آدمی تھا اس نے سوچا... اس طرح ہمارا ملک خوب ترقی کرے گا... سائنسدان اور طالب علم اس خزانے سے خوب فائدہ اٹھائیں گے... ان کا ارادہ تو دراصل یہ ہے... اس لیے میں بھی ہر طرح ان کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گیا... لیکن ہمیں اس وقت تک اس راز کو راز رکھنا تھا... جب تک کہ اس کے تمام بھائی تھک ہار کر اسے ڈھونڈنا بند نہ کر دیں..."

"لیکن ہم ابھی زندہ ہیں۔" باس نے پھنکار کر کہا۔

"اور یہ کون صاحب ہیں۔" محمود نے پوچھا۔

"یہ... یہ اسے ہم سردار باقر کے روپ میں دیکھتے رہے ہیں..." انسپکٹر جمشید بول اٹھے۔

"اوہ... نہیں... نہیں۔"

"یہی بات ہے، دراصل اس بار یہ لوگ زندگی یا موت کا فیصلہ کرنے آئے تھے اور پوری طاقت کے ساتھ آئے تھے... کرائے کے جنگجو تک ان کے ساتھ تھے... لیکن حویلی میں داخل ہوتے وقت جنگجوؤں کو انہوں نے باہر چاروں طرف چھپا دیا تھا... کیوں باس صاحب... یہی بات ہے نا۔"

"ہاں بالکل... وہ لوگ زیادہ دور نہیں ہیں... ادھر میں انہیں آواز دوں گا ادھر وہ آموجود ہوں گے۔"

"نہیں آموجود ہوں گے... آواز دے کر تجربہ کر لیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب... آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ نہیں آسکیں گے۔"

"اس لیے کہ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں۔"

"یہ کیا بات ہوئی، یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں۔" باس نے جل کر کہا۔

"ہاں بھئی... یہی بات ہے... اور یہ بات یوں ہے کہ... مگر نہیں... پہلے تم آواز تو دے کر دیکھ لو۔"

اس نے تین بار منہ سے عجیب سا اشارہ دیا... چند منٹ انتظار کرتا رہا، پھر اس کا منہ لٹک گیا... گویا وہ جان گیا تھا کہ باہر موجود لوگ اس کی مدد کو نہیں آسکیں گے... گویا وہ خود پھنس چکے تھے... آخر اس نے کہا:

"خیر کوئی بات نہیں... تم لوگ تو میرے قابو میں ہو... میں تم سب کو ختم کر دوں گا اور راؤ تنویر تک پہنچ جاؤں گا۔"

"لیکن کیسے پہنچ جاؤ گے... تم کو تو معلوم ہی نہیں کہ وہ کہاں ہیں۔"

باس کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا... شاید وہ سوچ میں ڈوب گیا تھا...

"مہربانی فرما کر... اب تم خود کو قانون کے حوالے کر دو... پھر ہم تمہارے سامنے اس خزانے کو نکالیں گے۔"

"دماغ تو نہیں چل گیا، بھلا میں کیوں خود کو تمہارے حوالے کروں گا۔"

"اس لیے کہ تم ہر طرف سے گھر چکے ہو... ہمارا جال تمہارے چاروں طرف پھیل چکا ہے۔"

"حد ہو گئی... لگتا ہے انسپکٹر جمشید... آج کی خوفناک ناکامی نے تمہیں پاگل کر دیا ہے، بالکل پاگلوں کی سی باتیں کر رہے ہو۔"

"جی نہیں... میں ہوش مندوں کی باتیں کر رہا ہوں... یہ حویلی اس وقت پوری طرح سے میری خفیہ فورس کے گھیرے میں ہے... اور ہم بھی تمہاری قید میں نہیں

ہیں بلکہ تم اور تمہارے یہ آدمی ہماری زد پر ہیں۔"

"تم لوگ سن رہے ہو... کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی پاگل پن کی بات ہو سکتی ہے۔" اس نے ان کے ساتھیوں کو مخاطب کیا، ساتھ ہی ہنسا بھی۔

"ہاں! سن رہے ہیں، ہم نے ان کی ایسی باتیں بہت مرتبہ سنی ہیں اور سو فیصد درست پائی ہیں۔" فاروق نے دانت نکالے۔

"لگتا ہے... ان کے ساتھ تمہارا بھی دماغ چل گیا ہے۔"

"ابا جان! کیا خیال ہے... اسے بتا دیں، دماغ کس کا چل گیا ہے۔"

"ہاں ضرور بتا دو، کوئی اعتراض نہیں۔"

"تو پھر یہ لو مسٹر باس... اب ذرا ہمارا سچ دیکھو... سچ کی دھار دیکھو۔" فاروق نے کہا اور اُچھل کر کھڑا ہو گیا... ساتھ ہی پیچھے سے اس کے ہاتھ آگے آ گئے اور ان میں ایک عدد ننھا سا پستول بھی تھا۔

"یہ... یہ کیا... اُلو یہ تم نے اسے کس طرح باندھا تھا... منگل کے بچے۔"

"اُلو اور منگل کا بچہ بے چارہ کیا بتائے گا... یہ دیکھو۔" یہ کہتے ہوئے محمود بھی اسی طرح کھڑا ہو گیا... بس پھر کیا تھا... وہ سب کھڑے نظر آئے اور سب کے ہاتھوں میں پستول ہی تھے... ان کے رخ باس اور اس کے آدمیوں کی طرف تھے۔

"اب کیا خیال ہے مسٹر باس۔"

"منگل! یہ کیا ہے۔" وہ دھاڑا۔

"مم... مجھے نہیں معلوم باس! انہوں نے رسیاں کس طرح کھولیں۔" منگل نے کانپ کر کہا۔

"یہ ایک راز ہے... دلچسپ راز۔" فاروق مسکرایا۔

"آ جاؤ بھئی بس... اب کیا رہ گیا ہے... سردار باقر اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لو... لیکن نہیں... اصل میں تو یہ سردار باقر نہیں ہے... ان لوگوں نے سردار باقر وغیرہ کا روپ دھار رکھا ہے... خزانے کے چکر میں... لیکن وہ خزانہ اب ہمارے ملک میں تعلیم اور سائنس کی ترقی کے کام آئے گا... اس لیے کہ اس کا اصل مالک راؤ تنویر بابر ہے..."

"لیکن وہ کیسے... آپ کو یہ باتیں کیسے معلوم ہو گئیں۔"

"رات کے وقت جب سب سو گئے تھے تو راؤ تنویر یعنی صابر میرے پاس آیا تھا اور اس نے میرے کان میں ساری کہانی سنا دی تھی... میں نے بھی اسے مشورہ دیا تھا کہ وہ خزانے کے پاس چلا جائے... دراصل راؤ تنویر کے باپ نے اپنے بیٹے کے ساتھ مذہب تبدیل کر لیا تھا اور اس نے وصیت کی تھی کہ اگر اس کے باقی بیٹے بھی اس کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں تو خزانہ برابر برابر تقسیم کر دیا جائے... ورنہ خزانے کا مالک راؤ تنویر ہوگا... اس کے بھائی نہیں مانے یعنی نقلی سردار باقر اور اس کے بھائی... لہٰذا اب سارا خزانہ راؤ تنویر کا ہوگا اور وہ ملک کی خدمت کے لیے اسے وقف کرے گا۔"

"نہیں... نہیں۔" جعلی سردار باقر چیخا...

"تمہارے نہیں نہیں کرنے سے کیا ہوتا ہے... ہم تمہیں اس حویلی پر بار بار حملہ کرنے اور خان بارو کے تین بھائیوں اور تین ملازموں کو ہلاک کرنے کے جرم میں گرفتار کرتے ہیں۔"

اسی وقت بھاری قدموں کی آوازیں گونج اٹھیں... ان کی خفیہ فورس بڑی شان سے اندر آ رہی تھی... جلد ہی وہ سب لوگ گرفتار نظر آئے۔

’’اب سوال یہ ہے کہ وہ خزانہ کہاں ہے۔‘‘

’’اس بُت کے نیچے!!!انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

’’کیا...!!!سب چلا اُٹھے۔

’’ہاں!بُت کے پیر کو سر کا کر خفیہ خانہ کھل جاتا ہے...اس میں لگی ہک سے وہ بُت ایک طرف سرک جاتا ہے...اور نیچے جانے والی سیڑھیاں نظر آنے لگتی ہیں...وہیں اس وقت راؤ تنویر صاحب موجود ہیں۔آؤ چلیں...خزانہ بھی دیکھ لیں اور راؤ تنویر کو بھی دیکھ لیں۔‘‘

’’اوہ...اوہ۔‘‘

پھر وہ تیز تیز قدم اٹھانے لگے...نیچے موجود شاہی خزانہ دیکھ کر ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں...اور راؤ تنویر کو تو وہ پہلی بار دیکھ رہے تھے...ادھر وہ ان کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا تھا...ایسے میں فاروق کی آواز ابھری۔

’’اس کیس نے تو گرگٹ کی طرح رنگ بدلے ہیں...ہمیں اُمید نہیں تھی کہ ان پہاڑیوں میں ایسے کسی کیس سے بھی ملاقات ہو سکتی ہے۔‘‘

وہ اس کی بات سن کر مسکرانے لگے۔

------------☆☆☆------------

اٹلانٹس پبلیکیشنز

D-83 سائٹ۔ کراچی

فون: 2581720 - 2578273

e-mail: atlantis@cyber.net.pk

آئندہ ماہ یعنی 20 جولائی کو آپ پڑھیں گے

ایک عظیم الشان **خاص نمبر**
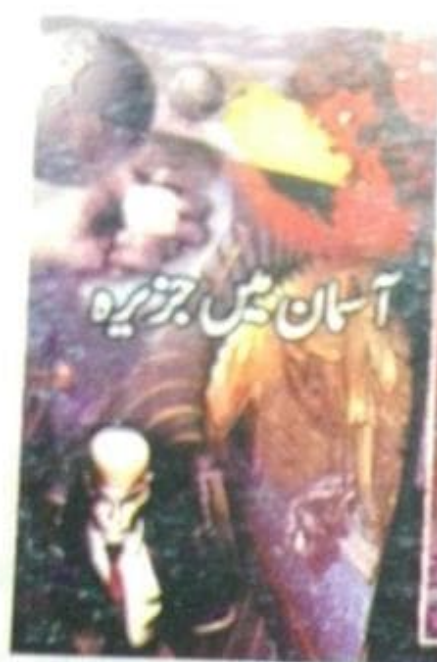
تین حصوں میں......
تینوں حصے ایک ساتھ
شائع ہو رہے ہیں۔

جیرال اور انسپکٹر جمشید

ہر حصے کی قیمت 110 روپے

سمندروں کا دہشت گرد

آسمان میں جزیرہ

مکمل سیٹ 330 روپے

جیرال ایک بے رحم اور خطرناک بین الاقوامی دہشت گرد ہے۔ جس کا کام ہی کروڑوں، اربوں کے عوض حکومتوں کے تختے اُلٹنا ہے۔ خطرناک بات یہ ہے کہ جیرال آج کل پاکستان میں ہے۔ دوسری طرف انسپکٹر جمشید کی رائے میں جیرال بے رحم تو ہے...... دہشت گرد تو ہے...... مگر انتہائی با اُصول اور ایماندار دہشت گرد ہے۔ جیرال ایک خاص مشن پر یہاں موجود ہے...... جیرال کو اس ملک میں سب سے بڑا خطرہ انسپکٹر جمشید سے درپیش ہے اور اسی لئے اس نے آتے ہی پہلا حملہ اور پہلا وار انسپکٹر جمشید کے گھرانے پر کیا ہے تاکہ ان کی طرف سے مطمئن ہو کر وہ اپنے خوفناک پلان پر عمل کر سکے۔ سوال یہ ہے کہ جیرال پاکستان میں کونسا منصوبہ لے کر آیا ہے...... یہاں آ کر وہ کس سازش پر عملدرآمد کرنا چاہتا ہے۔ جیرال کی پوری کوشش ہے کہ انسپکٹر جمشید کو اصل پلان کی خبر نہ ہونے پائے...... دہشت گردی اور حب الوطنی کے درمیان ایک خوفناک ترین معرکہ آرائی پر مبنی اشتیاق احمد کی زندگی کا یہ شاہکار ترین ناول آپ کو مدتوں یاد رہے گا۔

20 جولائی کو پڑھئے۔ اپنے آرڈر آج ہی بک کروا دیں۔